ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۶ اگست سنہ ۱۹۵۷ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۔ لاہور

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

(از جناب عبدالرحیم صاحب جاوید الہ آبادی پاکستان)

ز وہم غیر حذر لا الٰہ الا اللہ
بچشم خویش نگر لا الٰہ الا اللہ

ہر ایک شے سے گزر لا الٰہ الا اللہ
خدائے جن و بشر لا الٰہ اِلّا اللہ

سرورِ قلب و جگر لا الٰہ الا اللہ
متاعِ اہلِ نظر لا الٰہ اِلّا اللہ

وہی ہے برق ہیں بادل ہیں لالہ و گل ہیں
ہے نورِ شمس و قمر لا الٰہ اِلّا اللہ

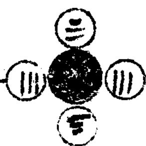
وہی ہے گیسوئے لیلائے شب میں پوشیدہ
وہی ہے نورِ سحر لا الٰہ اِلّا اللہ

وُہ رُوحِ کون و مکاں خدائے باغِ جہاں
ہے ذِکرِ شجر و حجر لا الٰہ اَلّا اللہ

نہ سیم و زر پہ نہ لعل و گُہر پہ جا ناداں
یہ ہے فریبِ نظر لا الٰہ الّا اللہ

اُلٹ نقاب دوئی کو جہانِ فانی میں
ہو تیرے پیش نظر لا الٰہ اِلّا اللہ

اُسی کی جلوہ گری شش جہت میں ہے جاوید
تُو دیکھ اِدھر کہ اُدھر لا الٰہ اِلّا اللہ



ہفتہ وار خبریں

نئی دہلی - ۲۸ر اگست - آج یہاں معلوم ہوا ہے کہ مقبوضہ کشمیر کی نیشنل کانفرنس کے نائب صدر غلام صادق اپنے دُوسرے پانچ ساتھیوں سمیت مقبوضہ کشمیر کی نام نہاد حکومت سے مستعفی ہو گئے ہیں۔

نئی دہلی ۸ر اگست آسام میں ڈیرو گڑھ کے قریب دریائے برہم پترہ میں پھر سے طغیانی آ گئی۔ ڈیرو گڑھ اور شمالی علاقے کے درمیان آمد و رفت بالکل مشکل ہو گئی ہے۔

مظفر آباد - ۸ر اگست - مقبوضہ کشمیر سے آمدہ خبروں میں بتایا گیا ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں بم پھٹنے کے حادثات میں دو سو سے زیادہ مسلمانوں کو گرفتار کر لیا ہے۔

کراچی - ۸ر اگست - آج یہاں معلوم ہوا ہے کہ جہاز "سفینہ عرب" مغربی پاکستان کے ڈیڑھ ہزار حاجیوں کو لے کر گزشتہ روزہ جدہ سے کراچی روانہ ہو گیا ہے۔ توقع ہے کہ یہ جہاز ۱۳ر اگست کو کراچی پہنچ جائے گا۔

بغداد الجدید - ۹ر اگست - گزشتہ روز احمد پور شرقیہ میں شیعہ سُنی فساد میں ایک شخص ہلاک اور تین مجروح ہوئے

کراچی ۹ر اگست - سلامتی کونسل میں آئندہ ستمبر کے پہلے ہفتہ میں مسئلہ کشمیر پر دوبارہ بحث شروع ہو جائے گی۔

کراچی - ۹ر اگست - وزیر خارجہ ملک فیروز خاں نون نے آج صاف صاف الفاظ میں اس بات کی تردید کی ہے کہ پاکستان میں کوئی امریکی فوجی اڈہ ہے

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۳ | ۱۹- محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۶- اگست ۱۹۵۷ء | شمارہ ۱۴

استقلال پاکستان

۱۴- اگست کا دن تاریخ برصغیر میں مشہور ترین دن ہے - اس دن صد سالہ فرنگی غلامی سے نجات ملی- ہندوؤں کو اکھنڈ بھارت ملا اور مسلمانوں کو پاکستان ، انگریز نے اس آزادی کی قیمت ہندو مسلم خون خرابے کی صورت میں قبول کرلی - ۱۴- اگست کو جشنِ آزادی بھی منائے جا رہے تھے اور ہند و پاکستان میں معرکہ قتال بھی سرگرم —— خیر آزادی بھی کچھ کم قیمت نعمت نہیں ہوا کرتی -

مسلمانوں نے کہا تھا کہ برصغیر پر کبھی بھی وحدانی حکومت قائم نہیں ہوئی آج تک اس ملک کا بٹوارا ہوتا ہی آیا ہے- اس لئے پاکستان کا مطالبہ جائز اور برحق ہے - پھر مسلمانوں کو یقیناً ایسی سلطنت کی ضرورت ہے جہاں یہ اپنے مذہب ، تمدن ، تہذیب وغیرہ کے مطابق زندگی بسر کرسکیں - مسلمانوں میں یہ مطالبہ ہر کس و ناکس کی زبان پر آگیا پاکستان یا علیحدہ سرزمین سے کم مطالبہ پر کوئی راضی ہی نہ ہوتا تھا —— اس اس ملک میں کچھ مسلمان دوسرے طریقہ سے بھی سوچ رہے تھے کہ یہ مطالبے اور نعرے کھوکھلے معلوم ہوتے ہیں - آج جن کی زندگیاں مذہب سے کوسوں دور ہیں کل کو یہ کیا مذہب کے لئے کرینگے- مغربی تہذیب و تمدن اس قوم کی رگ رگ میں پیوست ہو چکا ہے - ان سے کیا توقع ہے کہ ایک رات میں ان کی کایا پلٹ ہو جائے گی - وہ سوچ رہے تھے کہ ہزاروں برسوں سے ہمارا جینا مرنا غیر مذاہب والوں کے ساتھ ہے - ان سے علیحدہ ہونے سے تنازعات بڑھیں گے کم نہیں ہونگے - لیکن ایسے چند افراد کی سوچ بچار کروڑوں مسلمانوں کو قائل نہ کرسکی - پاکستان کا مطالبہ شدید سے شدید تر ہوتا گیا - قوم کا عزم باہم ، انگریز اور ہندو کے ارادوں کو متزلزل کرگیا - بالآخر وہ دن بھی آگیا کہ انگریز تقسیم ملک پر آمادہ ہوگیا - اور ہندو اسے قبول کرنے پر —— لیکن انگریز و ہندو شکست خوردہ حریم کی طرح آخری اوچھے وار سے باز نہ آئے - ان کی درپردہ باہمی سازش نے بنگال و پنجاب کے ٹکڑے کر دیئے - پھر کشمیر کو جو ہر طرح سے پاکستانی تھا ، ایک چور دروازہ سے ہندوستان سے ملا دیا -

مسلمانوں کی آزادی کا پس منظر کچھ ایسا ہی ہے - بہر حال پاکستان ان تمام صعوبتوں اور سختیوں سے قیمتی تھا - جسے قوم نے سب پر ترجیح دی - اس دن سے تاریخ کا دوسرا دور شروع ہوا - مسلمانوں کی قیادت نے جس کے پرچم تلے تسخیرِ پاکستان ہوئی تھی اس ملک کی باگ ڈور سنبھالی - اس میں کوئی شک نہیں - کہ نوزائیدہ ملک میں لا تعداد مشکلات ہوتی ہیں - پھر ملکی اثاثہ میں سے ہمارے حصّہ میں وہ کچھ نہ آیا تھا جس کے ہم حقدار تھے . . . سندھ ہمارے سرمایوں ، فوجی سامان اور دیگر ریکارڈ وغیرہ کو بھی پاکستان کی قیمت ہی میں مجرا کرگیا - ان سب پشیمانیوں کے باوجود حکومت پاکستان کو ایک چیز میسّر تھی جو شاید کسی دوسرے ملک کے مقدّر میں کبھی نہ آئی ہو - وہ تھا قوم کا صبر و استقلال - قوم کی اکثریت پاکستان کی بقا چاہتی تھی - وہ ہندو اور انگریز پر ثابت کر دینا چاہتی ہے کہ پاکستان ایک کامیاب [illegible] کے تمام خدشات غلط ثابت کر دینا چاہتی تھی - جو اس کی تخلیق سے پہلے سوچتے تھے کہ مسلمانوں کے لئے خود مختاری سود مند نہ ہوگی -

اگر آج دس سال بعد اپنے دہ سالہ ماضی پر ناقدانہ نظر ڈالیں اور حکومت اور عوام کے کردار اور اعمال کا جائزہ لیں تو اس نتیجہ پر پہنچنا محال نہ ہوگا - کہ ملک کو سب سے زیادہ نقصان غلط قیادت اور ان کی آپس کی چپقلش نے پہنچایا ہے یہ لوگ پاکستان کے لئے کم سوچتے رہے اور اپنے مفاد اور مخالف کے نقصان کے لئے زیادہ سوچتے رہے - ہماری حکومت سخت ناپائداری ، متلوّن مزاجی اور عوام ناشناسی کا شکار رہی - کوئی بھی حکومت مکمل کامیابی سے نہ چل سکی کہیں وزارت برطرف ہوئی اور کہیں معطل اور کبھی سارے کے سارے ایوان میں صدر راج وغیرہ کے بارود سے اُڑا دیا گیا - ایک حکومت کی منہدم بنیادوں پر دوسری کی نیو اٹھائی گئی اور دوسری کا خوردہ تیسری کے کام آیا - ایک آئین تھا جو برسوں میں معرض تکمیل میں آیا - اور جس کی تاخیر ضرب المثل بن گئی -

گزشتہ دس سال کی تاریخ تلخ حقائق سامنے لاتی ہے - آبپاشی کے بڑے بڑے پروجیکٹ تعمیر ہوئے - لاکھوں ایکڑ بنجر اراضی زیر کاشت لائی گئی - کروڑوں روپیہ کی زرعی مشینری در آمد کی گئی - لیکن نتیجہ ملاحظہ ہو کہ ہمارا ملک جو قبل از تقسیم فاضل گندم کے لئے مشہور تھا آج اس کی قلت کی شہرت سب جگہ موجود ہے ہم درآمد شدہ گندم اور غیر ملکی امداد پر جی رہے ہیں - ہم نے فوجی معاہدے کئے فوجی سامان منگوایا - لیکن ہمارے فوجی مسائل (کشمیر و جوناگڑھ وغیرہ) اور بھی اُلجھتے گئے - اور ہم مغربی طاقتوں کے کاسہ لیس و پجاری بھی کہلائے -

ملک میں بیسیوں سوتی کپڑے کے کارخانے قائم ہوئے - لیکن ہمارے لاکھوں افراد کی برہنگی ختم نہ ہوئی - اگرچہ کارخانہ داروں کے اثاثے وسیع سے وسیع تر ہوتے گئے -

ہماری صنعتی ترقی زرِ مبادلہ کی قلت کو دور نہ کرسکی - بیرونی مارکیٹ میں ہماری ساکھ مضبوط نہ ہوسکی - خود ملک میں بنایا صنعت ہماری ضرورتوں کی کفالت نہ کرسکی

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۹- اگست ۱۹۵۷ء

دربارِ الٰہی سے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رحمۃ للعالمین کا لقب عطا ہوا ہے

رحمۃ للعالمین کی شان کے شواہد

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

اللہ تبارک و تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی صفات حمیدہ سے متصف فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک رحمۃ للعالمین ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپؐ اللہ تعالےٰ کی ساری مخلوقات کے لئے رحمت ہیں۔ آج کی صحبت میں آپؐ کی شانِ رحمت کے نمونے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ کی امت بھی آپ کے اتباع میں ان نمونوں کو اختیار کرنے کی کوشش کرے۔ اور آپ کی [redacted] الٰہی میں مقبول اور محبوب ہو جائے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِاتِّبَاعِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ آمِیْن یَا اِلٰہَ الْعَالَمِیْنَ

شواہد

۱

(وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○ وَمَا یُلَقّٰھَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ج وَمَا یُلَقّٰھَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ○)

سورہ حٰم السجدہ رکوع ۵ پارہ ۲۴

ترجمہ- اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ (برائی کا) دفعیہ اس بات سے کیجئے۔ جو اچھی ہو۔ پھر ناگہاں وہ شخص جو تیرے اور اس کے درمیان دشمنی تھی۔ ایسا ہوگا۔ کہ وہ مخلص دوست ہے۔ اور یہ بات نہیں دیجاتی ...

حاصل یہ ہے کہ دشمن کے ساتھ .... بھی نیکی کر۔ یہ تلقین بھی اسی جذبے کے ماتحت ہے۔ کہ آپ بحیثیت رحمۃ للعالمین ہونے کے دشمن سے بھی حسن سلوک کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اور اس طریقہ پر زندگی بسر کرنے والوں کو دو تمغے عطا ہوئے ہیں ایک صابر۔ اور دوسرا بڑا بخت والا۔ اللھم اجعلنا منھم

۲

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک

رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ ایک عجیب شان دیکھئے۔ (لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ ط اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ○)

سورہ الممتحنہ رکوع ۲ پارہ ۲۸

ترجمہ- اللہ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا۔ جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے۔ اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے۔ اس بات سے۔ کہ تم ان سے بھلائی کرو۔ اور ان کے حق میں انصاف کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اگرچہ وہ لوگ کافر ہیں مگر تم سے کسی قسم کی دشمنی کا سلوک نہیں کرتے۔ تو تمہیں بھی ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔

گرفتار شدہ دشمنوں پر رحمۃ للعالمین کی شفقت

غزوۂ بنو المصطلق میں سو سے زیادہ زن و مرد گرفتار شدہ کو بلا معاوضہ آزاد کر دیا۔ غزوہ حنین میں چھ ہزار گرفتار شدہ مرد و زن کو بلا کسی شرط اور جرمانہ کے آزاد کر دیا۔ حدیبیہ کے میدان میں کوہ تنعیم ...

کیا کوئی شخص کسی فاتح کی مفتوح دشمنوں پر اس شفقت کے نمونے دکھا سکتا ہے

یہ رحمۃ للعالمین کی شان ہے۔ کہ وہ دشمن جو حضورؐ کے اور حضورؐ کے فدائیوں کے خون کے پیاسے تھے۔ جب لڑتے لڑتے شکست خوردہ ہوکر حضورؐ کے حلقۂ قید میں آئے تو آپؐ نے ایسی شفقت فرمائی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ کہ انہیں بلا شرط اور جرمانہ لئے آزاد کر دیا۔

شان رحمۃ للعالمین کا ایک عجیب و غریب منظر

قریش مکہ اگلے سال (یعنی جنگ بدر کے بعد) پھر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اس دفعہ انہوں نے ملک سے عام چندہ جمع کیا تھا۔ ابوعزہ شاعر نے تمام میں گشت لگا کر بنو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر دیا تھا۔ تجارت شام کا پچاس ہزار مثقال سونا۔ ایک ہزار اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے۔ چندہ میں شامل کر دیئے گئے تھے۔ الغرض پانچ ہزار بہادروں کا لشکر جس میں تین ہزار اشتر سوار دو سو اسپ سوار اور سات سو زرہ پوش پیادہ تھے۔ مدینہ تک بڑھا چلا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کی جائے۔ مگر کثرت رائے پر فیصلہ ہوا۔ اور مسلمانوں نے احد کے سرخ پہاڑ تک جو مدینہ سے تین کوس پر ہوگا۔ باہر نکل کر مقابلہ کیا۔

اسلامی لشکر میں ایک ہزار مرد تھے۔ عین وقت پر اُبی بن سلول نے دغا دی۔ اور اپنے تین سو شخصوں کو

راہ ہی سے پھیر کر لے گیا۔ اس لئے ۷۰۰ مسلمانوں پر پانچ ہزار حملہ آوروں کی مدافعت کا (جو انتقام اور غصّہ کے جوش میں بھرے ہوئے تھے) بار تھا۔ مسلمانوں نے ابتدا میں دشمن کو شکست دیدی تھی۔ اور ان کے بارہ مشہور علمبردار (جن میں آٹھ) علیؓ مرتضیٰ کے ہاتھ سے مارے جا چکے تھے) لیکن مسلمان تیراندازوں نے اس درہ کو چھوڑ دیا۔ جہاں انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرما دیا تھا۔ چالاک دشمن نے موقع تاڑ لیا۔ اور چکر کاٹ کر عقب سے ہو کر مسلمانوں کو دو طرف سے بیچ میں لے لیا۔ مسلمانوں کا اس وقت سخت نقصان ہوا۔ اور لشکر کا بڑا حصّہ تتر بتر ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف ۱۲ صحابی ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ علیؓ۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ سعدؓ بن وقاصؓ۔ طلحہؓ بن عبداللہ۔ زبیرؓ بن عوام۔ ابوعبیدہؓ بن جراح وغیرہ تھے۔ دشمنوں نے خُدا کے نبی پر پتھر پھینکے۔ ابن قمیہ کے پتھر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی۔ ابن ہشام کے پتھر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بازو زخمی ہُوا۔ عتبہ کے پتھر سے نبی اللہ کے چار دانت ٹوٹ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پھر ایک غار میں گر گئے تھے۔ خبر اُڑ گئی کہ حضورؐ شہید ہو گئے۔ مدینہ سے محترم

فاطمہ زہراء و عائشہ طیبہ کی خدمات میدانِ جنگ میں

خواتین دوڑی دوڑی آئیں۔ یہاں آکر فاطمہؓ بتولؓ نے باپ کے زخموں کو دھویا پیشانی کا خون تھمتا نہ تھا۔ اس میں چٹائی جلا کر بھری۔ علیؓ مرتضیٰ اُس وقت ڈھال میں پانی بھر بھر لاتے رہے۔ عائشہ صدیقہؓ اور ام سلیمؓ نے مشکیزے اٹھائے۔ اور زخمیوں کو پانی لا لا کر پلاتی تھیں۔ میدانِ جنگ میں ستّر صحابہ شہید ہُوئے تھے۔

جنگ کے نقصانات میں سے بڑا بھاری نقصان یہ تھا۔ کہ مصعبؓ بن عُمیر جو مدینہ میں بطور معلم اسلام آئے تھے۔ اور جن کے وعظ سے اوس و خزرج کے قبیلے مسلمان ہُوئے تھے۔ شہید ہُوئے ان کی بیوی کا نام حمنہؓ بنت جحش تھا۔

اسی روز اس کا بھائی اور ماموں بھی شہید ہوئے تھے۔ پہلے اسے بھائی کی شہادت کی خبر ملی۔

عورت کے دل میں شوہر کا درجہ

اس نے اِنّاللہ پڑھا اور بھائی کے حق میں دُعا کی۔ پھر اسے بتایا گیا کہ تیرا شوہر بھی شہید ہو گیا۔ یہ سُنتے ہی اس نے بے اختیار چیخ ماری۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو اس کے دل میں شوہر کی کس قدر محبت تھی۔

اسی جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ (اسد اللہ و رسولہ) بھی شہید ہوئے۔ دشمنوں نے ان کے اعضا کاٹ کر ان کی لاش کو بھی بے حرمت کیا تھا۔

مائی صفیہ کا استقلال

جنگ کے بعد صفیہ مادر زبیرؓ اپنے بھائی حمزہؓ کی لاش دیکھنے آئیں۔ زبیرؓ نے ماں کو دور ہی سے روکا۔ صفیہ نے کہا مجھے معلوم ہے۔ کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑی گئی ہے۔ لیکن یہ تو ہمارے لئے فخر کا مقام ہے۔ بیٹا۔ میں نہ روؤں گی نہ چلاؤں گی۔ صرف دُعا پڑھ کر لوٹ جاؤں گی۔

انسؓ بن نضر کا جوش و جاں نثاری

اسی جنگ میں انس بن نضرؓ نے جام شہادت پیا تھا۔ اس بہادر نے چند بہادر مسلمانوں کو دیکھا کہ ہتھیار پھینک دیئے ہیں اور مغموم بیٹھے ہیں۔ پوچھا۔ کیا حال ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ انسؓ نے نہایت جوش سے کہا۔ مُوتُوا عَلٰی مَامَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ آؤ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان دی ہے ہم بھی اسی کام میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ اب زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ جاں نثار اسی جوش میں حملہ کرتے ہوئے ۷۰ زخم جسم پر کھانے کے بعد شہید ہو گیا۔

اسی جنگ میں سعدؓ بن ربیع شہید ہُوئے تھے۔ جنگ ختم ہو جانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش میں آدمی بھیجے۔ ایک نے دیکھا۔ زخمیوں میں پڑے ہوئے سانس توڑ رہے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے۔ سعدؓ نے کہا۔ تم مجھے اب مُردہ ہی سمجھو۔ لیکن مہربانی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا۔ اور میری طرف سے یہ

جان توڑتے وقت سعد بن ربیع کا پیغام بجانب اہل اسلام

بھی گزارش کرنا کہ اللہ تعالےٰ آپ کو وُہ بہترین جزا عطا فرمائے۔ جو کسی نبی کو کسی امت کی ہدایت پر دی گئی ہو قوم کو میری طرف سے یہ کہہ دینا کہ جب تک ایک جھپکنے والی آنکھ بھی تم میں سے باقی ہے۔ اس وقت تک اگر دشمن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا تو خدا کے حضور میں تم کوئی عذر پیش نہیں کر سکو گے

ایک صحابی کا بیان ہے۔ کہ میں ابوبکرؓ سے ملنے گیا۔ ان کی چھاتی پر ایک چھوٹی سی لڑکی بیٹھی تھی۔ جسے وہ بار بار چومتے اور پیار کرتے تھے۔ میں نے پوچھا۔ یہ کون ہے۔ فرمایا یہ سعدؓ بن ربیع کی لڑکی ہے۔ وہ مجھ سے بھی بہتر تھا۔ اور قیامت کے دن وہ نقبائے محمدی میں شمار کیا جائے گا۔

عمارہؓ بن زیاد نے کس مزے سے جان دی

اسی جنگ میں عمارہؓ بن زیاد شہید ہُوئے تھے۔ جنہوں نے جان دیتے ہوئے اپنے رخسارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے لگا دیئے تھے۔ اس تاریخی واقعہ کو اس شعر میں خوب ادا کیا گیا ہے:

سر بوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

ابودجانہ۔ حنظلہؓ۔ علیؓ مرتضیٰ۔ طلحہؓ کی شجاعت و مردانگی

ابودجانہؓ۔ حنظلہؓ (غسیل الملائکہ) طلحہؓ۔ علیؓ مرتضیٰؓ کی بے نظیر شجاعت کمال استقامت اور جاں نثاری کے بھی نہایت شاندار واقعات اس جنگ میں ظاہر ہوئے طلحہؓ نے اپنے ہاتھ سے سپر کا کام لیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب آنے والے تیر ہاتھ پر روکے۔ یہ ہاتھ ہمیشہ کے لئے شل ہو گیا۔

بنو دینار کی عورت کی قوت ایمانی کا کمال

بنو دینار کی ایک عورت تھی، جس کا باپ - بھائی اور شوہر اس جنگ میں شہید ہوئے تھے - وہ کہتی تھی - کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت بتاؤ - لوگوں نے کہا - وہ بفضل خدا صحیح و سالم ہیں - کہا مجھے دکھا دو - جب، دور سے چہرہ مبارک دیکھ لیا تو بے اختیار کہہ اٹھی - كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ - اب ہر ایک مصیبت کی برداشت ہو سکتی ہے -

رحمۃ للعالمین کی درگزر، معافی اور ظالموں کے لئے دعا

اسی جنگ میں بعض صحابہ نے آنحضرتؐ سے (جبکہ حضورؐ کو بھی کئی زخم آئے تھے) عرض کیا - کاش آپ ان مشرکین پر بددعا فرمائیں -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّلٰكِنْ بُعِثْتُ دَاعِیًا وَّرَحْمَةً - اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ - میں لعنت کرنے کے لئے نبی نہیں بنایا گیا - مجھے تو خدا کی طرف بلانے والا اور سراپا رحمت بنایا گیا ہے - اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما - کیونکہ وہ (مجھے) نہیں جانتے (ماخوذ از رحمۃ للعالمین جلد اول)

مذکورہ صدر جواب اور اپنے اور اپنے جان نثاروں کے خون کے پیاسوں کے حق میں یہ دعا یقیناً آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا بیّن اور واضح ثبوت ہے - کہ جس طرح آپ اپنے جان نثاروں کے خیر خواہ ہیں - اسی طرح آپ اپنے دشمنوں کے بھی خیر خواہ ہیں -

رحمۃ للعالمین کی حیوانات پر شفقت

(۱)

طبرانی اور ابو نعیم نے بروایت یعلیٰؓ بن مرہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے - تو ایک اونٹ کو چلاتے ہوئے دیکھا - اونٹ نے آپؐ کو سجدہ کیا - صحابہؓ نے عرض کیا - کہ یا رسول اللہ ہم کو سجدہ کرنے کا اونٹ کی بہ نسبت زیادہ حق حاصل ہے - آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم کرتا - تو عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں تم لوگ جانتے ہو - کہ یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مالکوں کی چالیس سال تک خدمت کی ہے اب جبکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو انہوں نے میری خوراک کم کر دی ہے - اور کام زیادہ لینا شروع کر دیا - اب ان کے یہاں ایک تقریب ہے تو انہوں نے چھری لے کر میرے ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہے - حضورؐ نے اونٹ کے مالکوں سے یہ سرگزشت کہلا بھیجی - انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم اس نے بالکل سچ کہا - آپ نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تم اس کو میرے لئے چھوڑ دو - آپ نے اس کو لے کر بے مہار چھوڑ دیا تو وہ آزاد ہو کر پھرنے لگا -

(۲)

بیہقی اور ابو نعیم نے بروایت زیدؓ بن ارقم بیان کیا ہے کہ میں مدینہ کی کسی گلی میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا - کہ ہمارا گزر ایک اعرابی کے خیمہ کی طرف سے ہوا - وہاں دیکھا کہ ایک ہرنی خیمے کی چوبوں سے بندھی ہوئی ہے - اس نے آپؐ کو دیکھتے ہی عرض کیا - کہ یا رسول اللہؐ - اس اعرابی نے مجھ کو پکڑا ہے - اور جنگل میں میرے دو بچے ہیں - میرے تھنوں میں دودھ بھرا ہوا ہے - یہ نہ تو مجھ کو ذبح کرتا ہے کہ اس مصیبت سے چھوٹوں - اور نہ آزاد کرتا ہے کہ میں اپنے بچوں کے پاس جنگل میں پہنچ جاؤں - آپؐ نے اس سے فرمایا - کہ اگر میں تیری رسی کھول دوں تو تو لوٹ کر آ جائے گی - اس نے عرض کی - کہ ضرور آ جاؤں گی - اور اگر وعدہ خلافی کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ کو عشار (محصول لینے والا) کا سا عذاب دے - آپؐ نے یہ سن کر اس کو چھوڑ دیا - تھوڑی دیر نہ گزرنے پائی تھی کہ وہ اپنی زبان چاٹتی ہوئی واپس آ گئی - آپؐ نے اس کو پھر خیمہ سے باندھ دیا - اس کے بعد اعرابی اپنے ساتھ پانی کی مشک لئے ہوئے آیا - حضورؐ نے اس سے ارشاد فرمایا - کہ کیا تم اس ہرنی کو ہمارے ہاتھ بیچو گے - وہ بولا - کہ یا رسول اللہؐ میں یہ آپ ہی کو دیئے دیتا ہوں - آپؐ نے اس کو چھوڑ دیا - راوی فرماتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ وہ جنگل میں سبحان اللہ سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتی پھرتی تھی - ہکذا فی لامیۃ المعجزات

رحمۃ للعالمین کا مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگنے والوں کو معاف کرنا

سنہ ۸ھ میں مسلمانوں کو اضطراراً ماہ رمضان میں مکہ معظمہ پر فوج کشی کرنی پڑی - وجہ یہ ہوئی کہ سنہ ۶ھ میں جو معاہدہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بمقام حدیبیہ کیا تھا اس کی ایک دفعہ یہ تھی - "دس سال تک جنگ نہ ہوگی - اس شرط میں جو قومیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ملنا چاہیں وہ ادھر مل جائیں اور جو قومیں قریش کی طرف ملنا چاہیں وہ ادھر مل جائیں - اس کے موافق بنی خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور بنو بکر قریش کی طرف مل گئے تھے -

معاہدہ کو ابھی دو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے بھی بنو بکر کو اسلحہ سے مدد دی - عکرمہ بن ابو جہل، سہیل بن عمرو (معاہدہ پر انہی نے دستخط کئے تھے) صفوان بن امیہ (مشہور سرداران قریش) خود بھی نقاب پوش ہو کر مع اپنے حوالی و موالی کے بنو خزاعہ پر حملہ آور ہوئے - ان بیچاروں نے امان بھی مانگی - بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ بھی لی - مگر ان کو ہر جگہ بے دریغ تہ تیغ کیا گیا - یہ مظلوم جب الٰھک الٰھک (اپنے خدا کے واسطے - اپنے خدا کے واسطے) کہہ کر رحم کی درخواست کرتے تھے تو یہ ظالم ان کے جواب میں کہتے تھے - لا الٰہ الیوم (آج خدا کوئی چیز نہیں)

مظلوموں کے بچے کھچے چالیس آدمی جنہوں نے بھاگ کر جان بچا لی تھی - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے - اور اپنی مظلومی و بربادی کی داستان سنائی - عمرو بن سالم الخزاعی نے یہ درد نظم میں تمام واقعات گوش گزار کئے - اس نظم کے جستہ جستہ اشعار کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے -

قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی - انہوں نے اس مضبوط معاہدے کو جو

آپ سے کیا تھا توڑ ڈالا -
ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر دیا -
وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری مدد کو کوئی نہیں آئے گا -
وہ تو ذلیل ہیں اور قلیل ہیں -
انہوں نے ویتر میں سوتے ہوئے جا لیا (ویتر ایک چشمے کا نام ہے)
ہم کو رکوع اور سجود کی حالت میں پارہ پارہ کر دیا -

(۱) معاہدے کی پابندی (۲) فریق مظلوم کی داد رسی (۳) دوستی والے قبائل کی آئندہ حفاظت کی غرض سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کی جانب سوار ہوگئے - دس ہزار کی جمعیت ہمرکاب تھی - دو منزل چلے تھے - کہ راہ میں ابو سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن ابو امیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقی ہوئے -

یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذائیں دی تھیں - اور اسلام کے مٹانے میں بڑی بڑی کوششیں کی تھیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا اور اپنا رخ پھیر لیا - ام المومنین ام سلمہ نے عرض کی -

یا رسول اللہ ابو سفیان آپ کے حقیقی چچا کا بیٹا ہے - اور عبد اللہ حقیقی پھوپھی (عاتکہ) کا لڑکا ہے - اتنے قریبی تو مرحمت سے محروم نہ رہنے چاہئیں + اس کے بعد حضرت علی رض نے ان دونوں کو یہ ترکیب بتائی - کہ جن الفاظ میں برادران یوسف نے معافی کی درخواست کی تھی تم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر انہیں الفاظ کا استعمال کرو - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و رحم سے امید ہے کہ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے - انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر یہ آیت پڑھی -

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ

(سورہ یوسف رکوع ۱۱ پارہ ۱۳)

ترجمہ اللہ کی قسم البتہ تحقیق اللہ نے تمہیں ہم پر بزرگی دی - اور بے شک ہم غلط کار تھے -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا -

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ سورہ یوسف رکوع ۱۱ پارہ ۱۳

ترجمہ - آج تم پر کوئی الزام نہیں - اللہ تمہیں بخشے - اور وہ سب سے زیادہ مہربان ہے -

ابوسفیان کے اشعار کا ترجمہ

یہ جواب سن کر ابو سفیان نے عجب جوش و نشاط سے چند اشعار پڑھے - جن کا ترجمہ درج ذیل ہے -

قسم ہے - کہ جن دنوں میں نشان جنگ اس لئے اٹھایا کرتا تھا کہ لات (بت کا نام) کا لشکر محمد ﷺ کے لشکر پر غالب آ جائے - ان دنوں میں اس خارپشت (جنگلی چوہا) جیسا تھا - جو اندھیری رات میں ٹکریں کھاتا ہو - اب وہ وقت آگیا - کہ میں ہدایت پاؤں - اور سیدھے راستے ہو جاؤں - مجھے ہادی نے (نہ کہ میرے نفس نے) ہدایت دی ہے - اور خدا کا رستہ مجھے اس شخص نے بتایا جسے میں نے دھتکار دیا - اور چھوڑ دیا تھا -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - ہاں تم تو مجھے چھوڑتے ہی رہے تھے -

مکہ معظمہ تشریف لاتے وقت آپ کی خواہش

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ مکہ معظمہ والوں کو آپ کی تشریف آوری کی خبر نہ ہونے پائے - چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ پہنچ کر باہر خیمہ زن ہوئے - اور مکہ معظمہ والوں کو باخبر کرنے کے لئے لشکر میں الاؤ روشن کرنے کا حکم دیا - تب ان کو خبر ہوئی -

رحمۃ للعالمین کا اپنے خون کے پیاسوں کے لئے عفو عام

دوسری صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا - کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو - اور ان احکام کی پابندی کرے -

(۱) جو کوئی شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے -

(۲) جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے -

(۳) جو کوئی اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے اسے قتل نہ کیا جائے -

(۴) جو کوئی شخص ابو سفیان کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے -

(۵) جو کوئی شخص حکیم بن حزام کے گھر جا رہے - اسے قتل نہ کیا جائے -

(۶) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے -

(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے -

(۸) اسیر (قیدی) کو قتل نہ کیا جائے -

کیا اس عفو عام کی نظیر مل سکتی ہے

غور کرنے کا مقام ہے - کیا اپنے خون کے پیاسوں کے حق میں فاتح ہونے کی حالت میں ان آٹھ شرطوں والے عفو عام کی نظیر سوائے رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور دنیا کے کسی فاتح کی مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں -

مکہ معظمہ کے فتح ہو جانے کے بعد رحمۃ للعالمین کی تقریر

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ نَخْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَظُّمَهَا بِالْآبَاءِ النَّاسُ مِنْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ تَلَا (رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط سورہ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶

اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ -

ترجمہ

اے قریش کی جماعت - خدا [redacted] دی جاہلانہ نخوت اور آباء و اجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا ہے - (سچ تو یہ ہے) سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنایا گیا تھا - خدا فرماتا ہے لوگو! ہم نے تمکو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا - اور گوت قبیلے سب پہچان کے لئے بنا دیئے ہیں - اور خدا کے ہاں تو اس کی زیادہ عزت ہے - جس میں تقوے (پرہیزگاری) زیادہ ہے - پھر فرمایا - جاؤ تم آزاد ہو - اور تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں -

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

اپنی امت کو رحم کرنے کی تلقین

۱

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ رواہ ابوداؤد والترمذی

ترجمہ - عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے - کہا -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے - زمین پر رہنے والوں پر تم رحم کرو آسمان پر رہنے والا تم پر رحم کرے گا -

۲

عَنْ اِبْنِ عَبَاسٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَیَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ رواہ الترمذی -

ترجمہ - ابن عباس رض سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - جس شخص نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا - اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کی اور نیکی کا حکم نہ کیا - اور برائی سے روکا نہیں - وہ ہماری جماعت میں سے نہیں -

حاصل

یہ ہے - کہ ان چار کاموں کا کرنا ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے - اور نہ کرنے والا اصلی اور کھرا مسلمان نہیں ہے -

۳

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَسَحَ رَاْسَ یَتِیْمٍ لَمْ یَمْسَحْہُ اِلَّا لِلّٰہِ کَانَ لَہٗ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ یَمُرُّ عَلَیْہَا یَدُہٗ حَسَنَاتٌ وَمَنْ اَحْسَنَ اِلٰی یَتِیْمَۃٍ اَوْ یَتِیْمٍ عِنْدَہٗ کُنْتُ اَنَا وَہُوَ فِی الْجَنَّۃِ کَہَاتَیْنِ وَقَرَنَ بَیْنَ اِصْبَعَیْہِ رواہ احمد والترمذی

ترجمہ - ابی امامہ رض سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جس شخص نے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا - اور وہ اللہ ہی کے لئے پھیرا ہے - ہر ایک بال جس پر اس کا ہاتھ پھریگا - اس کے عوض نیکی ملے گی - اور جس شخص نے کسی یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ نیکی کی - میں اور وہ بہشت میں اس طرح ہوں گے - اور آپ نے دو انگلیاں ملا دیں -

۴

عَنْ اَنَسٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَضٰی لِاَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِیْ حَاجَۃً یُّرِیْدُ اَنْ یَّسُرَّہٗ بِہَا فَقَدْ سَرَّنِیْ وَمَنْ سَرَّنِیْ فَقَدْ سَرَّ اللّٰہَ وَمَنْ سَرَّ اللّٰہَ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ رواہ البیہقی

ترجمہ - انس رض سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جس شخص نے میری امت میں کسی کی کوئی ضرورت پوری کی - اس کا ارادہ یہ ہو کہ وہ خوش ہو جائے - تو اس نے مجھے خوش کیا - اور جس نے مجھے خوش کیا - تو اس نے اللہ کو خوش کیا - اور جس شخص نے اللہ کو خوش کیا - اللہ اس کو بہشت میں داخل کریگا -

۵

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَغَاثَ مَلْہُوْفًا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ ثَلٰثًا وَّسَبْعِیْنَ مَغْفِرَۃً وَاحِدَۃٌ فِیْہَا صَلَاحُ اَمْرِہٖ کُلِّہٖ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ لَہٗ دَرَجَاتٌ یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ رواہ البیہقی فی شعب الایمان

ترجمہ - انس رض سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جس شخص نے کسی پریشان حال مظلوم کی فریاد رسی کی - اللہ اس کے لئے تہتر حصے بخشش کے لکھے گا - ان میں سے ایک ایسا ہوگا - جس کے باعث اس کے سب کام ٹھیک ہو جائیں گے اور بہتر حصوں کے درجے قیامت کے دن کے لئے (محفوظ) رہیں گے -

۶

عَنْ اَنَسٍ رض وَّعَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ رواہ البیہقی فی شعب الایمان -

ترجمہ - انس اور عبد اللہ رض سے روایت ہے - دونوں نے کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - (ساری) مخلوقات اللہ کی عیال ہے - پس اللہ کی بارگاہ میں مخلوقات میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کے عیال کے ساتھ نیکی کرے -

۷

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یُسْلِمُہٗ وَمَنْ کَانَ فِیْ حَاجَۃِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِہٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ کُرْبَۃً فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْہُ کُرْبَۃً مِّنْ کُرُبَاتِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ متفق علیہ -

ترجمہ - ابن عمر رض سے روایت ہے - تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے - نہ اس پر ظلم کرے - اور نہ اسے ہلاکت میں ڈالے - اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت میں ہے (یعنی اس کا کام کر رہا ہے) اللہ اس کی حاجت میں ہے (یعنی اس کی حاجت پوری کر رہا ہوگا) اور جس شخص نے کسی مسلمان سے اس کی مصیبت ٹال دی (اس کے عوض میں) اللہ اس کی مصیبت قیامت کی مصیبتوں میں سے ٹال دے گا اور جس شخص نے کسی مسلمان کا عیب چھپایا - اللہ قیامت کے دن اس کے عیبوں کی پردہ پوشی کرے گا -

دعا

اللہ تعالےٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے رہیں - آمین یا الٰہ العالمین وما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم -

ضروری اطلاع

حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی ۱۵ سے ۲۰ اگست تک لاہور سے باہر تشریف لے جائینگے - باہر سے آنے والے حضرات نوٹ فرمالیں -

منیجر

مجلس ذکر

منعقدہ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۸ اگست ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ ۔ اما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ (سورہ البقرہ رکوع ۳۴ پ ۳)

(ترجمہ :- اللہ ایمان والوں کا دوست (مددگار) ہے۔ وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے)۔ عرض یہ ہے کہ آج میں جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا عنوان ہے۔

ولی کبھی مشرک نہیں ہو سکتا اور مشرک کبھی ولی نہیں ہو سکتا

اس عنوان کے متعلق کچھ عرض کرنے کا خیال چند منٹ پیشتر ہی میرے دل میں آیا۔ میرے ایک عزیز واہ میں ملازم ہیں۔ پرسوں اُن کا خط آیا تھا۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ ایک بزرگ کے پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دن اس بزرگ نے فرمایا کہ ہم تو تصور شیخ کو نماز میں بھی لازمی سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ نماز میں تصوّر شیخ کرنا شرک ہے تو بھی ہم ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ عزیز نے لکھا ہے کہ میں ان کے اس بیان سے کبیدہ خاطر ہو گیا۔ اور ان کے ہاں آنا جانا چھوڑ دیا۔

تصورِ شیخ بعض صوفیائے کرام کا مسلک ہے۔ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ طالب صادق ہو تو کچھ عرصہ بعد وہ شیخ کامل کی صحبت میں اُن کا عکس لینے لگتا ہے۔ اگر اندھیرے میں شیخ کامل کے گرد ایک ہزار بلکہ ایک لاکھ بھی طالب صادق بیٹھے ہوں اور شیخ کامل دبی زبان سے اللہ ہُو کہے۔ تو سب کے دل پر چوٹ پڑے گی۔ اور سب کے اندر ایک کرنٹ دوڑ جائے گی۔ جیسے ایک بچہ پہلی جماعت میں الفاظ کے ہجے کرکے پڑھتا ہے آہستہ آہستہ جب مشق ہو جاتی ہے۔ تو ہجے کئے بغیر پڑھنے لگتا ہے۔ اسی طرح طالب صادق بھی صحبت شیخ میں رہ کر آہستہ آہستہ کامل کا عکس لینے لگتا ہے۔

جو آیت میں نے ابتدا میں تلاوت کی ہے۔ اس سے آج کے عنوان کی تائید ہوتی ہے۔ سارے قرآن مجید میں اللہ تعالے نے یہ کہیں نہیں فرمایا۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا (ترجمہ :- اللہ شرک کرنے والوں کا دوست ہے) اگرچہ اللہ تعالے کافر اور مشرک حتّٰی کہ دہریوں کا بھی خالق اور رازق ہے۔ چونکہ اُسی نے پیدا کیا ہے۔ اس لئے سب کو دنیا کی ہر نعمت دیتا ہے۔ دہری اُس کی ذات کے منکر ہیں۔ لیکن اُن کو بھی سب کچھ دے رکھا ہے۔ ماں بچہ جنتی ہے۔ تو کالے، گورے، اندھے اور بینا سب کو دُودھ پلاتی ہے۔ اس کی مامتا کالے اور گورے اندھے اور بینا میں تمیز نہیں کرتی۔ اگر انسان کو یہ احساس ہے کہ وہ جسمانی نقائص کی بنا پر اپنوں میں تفریق نہیں کرتا تو اللہ تعالے جو ارحم الراحمین ہیں وہ کس طرح کر سکتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔ (پ ۱۲۔ کی پہلی آیت)

(ترجمہ۔ اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں مگر اس کی ضروریات کا کفیل اللہ تعالیٰ ہے) اللہ تعالے روزی سب کو دیتا ہے۔ مگر ولی کا لفظ فقط ایمانداروں کے لئے استعمال کرتا ہے۔ جیسے ایک شخص اپنے محلہ کے ہر آدمی کو پہچانتا ہے۔ مگر اپنا دوست صرف اس کو کہتا ہے۔ جس سے قلبی تعلق ہو۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰہِ وَ اَعْطٰی لِلّٰہِ وَ مَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ (رواہ ابوداؤد)

(ترجمہ) ابوامامہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے دشمنی رکھی۔ اور اللہ کے لئے دیا اور اللہ کے لئے دینے سے ہاتھ روکا۔ پس تحقیق اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا)۔ حب اور بغض فعل قلب ہیں۔ زبان قلب کی ترجمانی کرتی ہے۔ اگر ایک شخص سے ہمیں محبت ہے تو اس کے آنے پر زبان سے محبت بھرے الفاظ ادا ہوں گے۔ مثلاً آج آپ نے کیسے قدم رنجہ فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری ہماری خوشی کا باعث ہے۔ اگر اُس سے بغض ہے تو زبان سے اس قسم کے الفاظ نکلیں گے یہ منحوس کہاں سے آ گیا۔

جب تک مریض کے صحت یاب ہونے کی امید ہوتی ہے۔ طبیب ہر طرح کا پرہیز کراتا ہے۔ کھانے اور پینے کی ہر چیز کے متعلق ہدایات دیتا ہے۔ کہ یہ کھلاؤ اور یہ پلاؤ۔ یہ نہ کھلاؤ اور یہ نہ پلاؤ۔ لیکن اگر مریض مایوس العلاج ہو جائے تو اس سے ہر طرح کا پرہیز ہٹا دیتا ہے۔ اور کہہ دیتا ہے کہ جو مانگے دیتے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی دستور ہے جیسے کہا ہوں وہ گرفت فرماتے ہیں کہ شاید باز آ جائیں۔ قحط سالی۔ وبا۔ وغیرہ یہ اللہ تعالیٰ کی گرفت ہیں۔ لیکن جب کوئی قوم اس کے بعد بھی اصلاح پذیر نہ ہو تو پھر اللہ تعالے ہر چیز کے دروازے اُن کے لئے کھول دیتے ہیں۔ اس کے متعلق اللہ تعالے کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ

قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ (سورہ الانعام رکوع ۵ پ۷) (ترجمہ۔ اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سی اُمتوں کے پاس رسول بھیجے تھے۔ پھر ہم نے انہیں سختی اور تکلیف میں پکڑا تاکہ وہ عاجزی کریں)۔ ایک آیت چھوڑ کر آگے فرماتے ہیں۔ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ط (ترجمہ۔ پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے۔ جو ان کو کی گئی تھی۔ تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے)۔ یورپ اور امریکہ پر آج کل ہر چیز کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ شراب جتنی چاہیں پئیں۔ زنا جتنا چاہیں کریں۔ جتنی اُن کے پاس دولت ہے ہمارے پاس ہے؟ دوسری عالمگیر جنگ میں انگریز کا یومیہ خرچ ساٹھ کروڑ روپیہ تھا۔ دولت۔ حسن۔ اور آزادی کتنی ہے یورپ میں مردوں اور عورتوں کے ننگے ناچ ہوتے ہیں۔ وہاں بعض جگہ ننگوں کی بستیاں بھی ہیں۔ یہ ردِ عمل ہے (REACTION) جس کو عربی میں رجعت قہقری کہتے ہیں۔ اس کے برعکس اسلام میں ناف سے گھٹنوں تک ستر پوشی فرضِ عین ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالےٰ چونکہ ہر چیز کا خالق ہے۔ اس لئے سب کی ضروریات کا بھی وہی کفیل ہے۔ چند سال ہوئے سانگلہ ہل میں کھدائی کے دوران وہاں پہاڑ کے اندر ایک جگہ پیالے جتنا پانی تھا اس میں ایک مچھلی تھی۔ اللہ تعالےٰ اس کو وہاں خوراک پہنچاتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے سؤر کو حرام قرار دیا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اس کا بھی خالق ہے۔ اس لئے اس کو بھی رزق دیتا ہے۔

بندہ کا جو تعلق معبودِ حقیقی سے ہونا چاہیئے وہ تعلق غیر سے رکھنا یہ شرک ہے فعل کا نام شرک ہے اور کرنے والے کو مشرک کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں شریک شرکت وغیرہ الفاظ مستعمل ہیں۔ یہ اسی لفظ شرک سے نکلے ہوئے ہیں۔ جس کے معنی ہیں حصہ دار بنانا۔ غیر اللہ سے خواہ تھوڑا سا بھی وہ تعلق رکھا جائے جو صرف اللہ تعالےٰ ہی سے رکھنا چاہیئے تھا تو یہ بھی شرک ہے۔ شرک کا مسئلہ سمجھانے کے لئے مجھے میاں بیوی کے تعلق سے بہتر آج تک کوئی مثال نہیں ملی۔ بیوی ایک دفعہ نکاح کے وقت ہاں کہہ دیتی ہے تو غیور مرد کی غیرت یہ برداشت نہیں کرتی کہ اس کے بعد وہ آدھ ماشہ عطر کی شیشی بھی غیر سے مانگے۔ اگر منی کے قطرے سے پیدا ہونے والے اے انسان تجھ میں اتنی غیرت ہے کہ صرف ایک دفعہ ہاں کہہ کر عورت غیر سے کچھ نہیں مانگ سکتی۔ تو کلمے بھی پڑھے اور پھر غیر کے دروازے پر ہاتھ بھی پھیلائے۔ اللہ تعالےٰ کی غیرت یہ کس طرح برداشت کر سکتی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اپنے نافرمانوں سے فرمائیں گے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا۔ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پ۱۵) (ترجمہ۔ اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے آج اپنا حساب جانچنے کے لئے تو ہی کافی ہے) سورہ الفاتحہ میں ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ (ترجمہ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں)۔ بندگی کیا ہے؟ بندگی کے تین درجے ہیں۔ (۱) ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہونا (۲) سر جھکانا جسے رکوع کہتے ہیں۔ (۳) سجدہ کرنا۔ اگر غیر اللہ کو سجدہ بھی کر دیا تو اللہ تعالےٰ کے لئے عبادت کا پھر کون سا مخصوص درجہ رہا۔

اولیاء کرام جہاں بھی ہیں۔ مجھے اُن سے جتنی عقیدت ہے۔ وہ بہت کم لاہوریوں کو ہوگی۔ لاہوریوں کو اندھی عقیدت ہے اور میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے سمجھ سے عقیدت رکھتا ہوں۔ لاہور میں چار بڑے اولیائے کرام مشہور ہیں۔ اور بھی ہیں۔ لیکن چونکہ اُن کے مزارات پر قبے نہیں ہیں اس لئے لاہوری اُن سے واقف نہیں۔ حضرت خواجہ علی ہجویریؒ۔ حضرت شاہ محمد غوثؒ۔ حضرت میاں میرؒ۔ حضرت لشاں صاحبؒ۔ ان سب کے مزارات پر سجدے ہوتے ہیں۔ لیکن اس شرک سے ان حضرات کا دامن بالکل پاک ہے۔ اپنے بزرگوں سے سُنا ہے۔ کہ جہاں شیطان کو جوتے پڑتے تھے اور وہ اولیاء کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد شیطان وہیں بدلہ لیتا ہے۔ میں بھی فاتحہ خوانی کے لئے مزاراتِ اولیاء کرام پر جایا کرتا ہوں۔ اُن سے مانگتے کچھ نہیں۔ دینے والا فقط اللہ تعالےٰ ہے۔

اولیاء کرام کا دامن شرک سے پاک ہوتا ہے جو شرک کرتے ہیں۔ وہ ولی نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالےٰ اولیاء کرام کا ذکرِ خیر اُن کے مرنے کے بعد بھی باقی رکھتے ہیں۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں اس کا ذکر باقی رکھا) یہ اس لئے ہوتا ہے۔ کہ وہ مقبولِ بارگاہ الٰہی ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ مقبولیت کا درجہ صرف اپنے دوستوں کو دیتے ہیں۔

حضرت امروٹیؒ اس قسم کے اولیائے کرام میں سے تھے۔ وہ انگریز کے راج میں بلا لائسنس بندوقیں رکھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بندوقیں اور گھوڑے جہاد کے لئے رکھے ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ ایک انسپکٹر پولیس نے ایک گھوڑا خریدنے کی خواہش ظاہر کی۔ اُس سے فرمایا۔ پہلے مجھ سے یہ تو پوچھو کہ میں نے یہ گھوڑے بیچنے بھی ہیں۔ پھر فرمایا۔ (۱) میں نے یہ گھوڑے جہاد کے لئے رکھے ہوئے ہیں (۲) جہاد انگریزوں سے کرونگا (۳) اپنے افسروں سے جا کر کہہ دینا انسپکٹر یہ سُن کر حضرتؒ کے پاؤں پر گر پڑا اور عرض کی کہ حضرت دُعا فرمایئے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی ایسا ایمان عطا فرمائے آپؒ کے دادا کی قبر پر قبہ تھا۔ آپؒ نے اس کو گروا کر اُن اینٹوں سے گاؤں والوں کے لئے ایک کنواں بنوا دیا۔ ایک دفعہ ایک انسپکٹر پولیس اپنے کپتان پولیس کا پیغام لے کر آیا کہ فلاں گھوڑا مجھے دے دیجئے۔ اُس سے فرمایا۔ کہ اسے جا کر کہہ دو کہ میں اپنا اور اپنے گھوڑوں کا پیشاب بھی تمہیں آنکھ میں ڈالنے کو دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ میں نے یہ گھوڑے جہاد کے لئے رکھے ہیں۔

ایک شخص کا واقعہ میں اکثر بیان کیا کرتا ہوں۔ اس کا اپنا بیان ہے کہ اللہ اللہ کرنے کی برکت سے میرے دل میں ایک چراغ روشن تھا۔ ایک دفعہ میں بادامی والے تالاب کی طرف سے آ رہا تھا۔ سنہری مسجد کے پاس سامنے سے ایک خوبصورت نوجوان لڑکی پر میری نظر کا پڑنا تھا اور چراغ کا بجھنا تھا۔ وہ چراغ آج تک پھر روشن نہیں ہوا۔ اللہ تعالےٰ تو بڑا نازک مزاج محبوب ہے۔ وہ اپنے تعلق میں غیر کی شرکت برداشت نہیں کرتا۔ اولیائے کرام یہ کب کہہ سکتے ہیں کہ جو عبادت کا طریقہ اللہ تعالےٰ کے لئے مخصوص ہے (مثلاً سجدہ) کہ وہ اُن کے مزار پر کیا جائے یہ جرأت تو انبیاء علیہم السلام کو بھی نہیں ہو سکتی۔ ان کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (سورۂ آل عمران۔ رکوع ۸ پارہ ۳)

مہماں نوازی

ایک خلق عظیم

(از جناب محمد سعید صاحب متعلم سال دوم - اسلامیہ کالج لاہور)

برادرانِ اسلام اگر کسی سچے مسلمان کے گھر کوئی اجنبی یا اس کا کوئی قریبی یا دُور کا کوئی رشتہ دار کچھ روز کے لئے آ جائے۔ تو وہ نیک، مہربان اور فرشتہ سیرت آدمی اپنے اس پردیسی بھائی کی آمد کو بڑی خندہ پیشانی سے قبول کرتا ہے۔ اُسے اپنی بساط کے مطابق عمدہ سے عمدہ کھانا پیش کرتا ہے۔ اُس کے لئے آرام دہ رہائش کا انتظام کرتا ہے۔ غرض ہر ممکن سہولت جس پر وہ قادر ہو اُس تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اُس مسلمان کے اپنے مہمان کے ساتھ اس طرح کے سلوک کو "مہمان نوازی" کہیں گے۔

یہ مہمان نوازی بھی ایک بہت بڑا خلق ہے۔ اور یہ خلق تھوڑا بہت تمام اقوامِ عالم میں پایا جاتا ہے لیکن مسلمانوں میں یہ خوبی بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔ کیونکہ شریعتِ اسلامی اپنے ماننے والوں کو مسافروں اور رشتہ داروں کی مہمان نوازی پر بڑی تاکید کرتی ہے۔ اور خود قرآن مجید میں ابنُ السَّبِیل (مسافر) کی خدمت کے لئے خاص احکام ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احادیث میں مسلمانوں کو مہمان نوازی کی بار بار تلقین کی ہے۔ مسلمانوں نے اس خلق میں ایسا بے نظیر کمال دکھایا ہے۔ کہ جب کبھی دیگر اقوام کے سیاحوں کا مسلمانوں سے واسطہ پڑا ہے۔ تو انہوں نے ان کے اس خلق کی بڑی تعریف کی ہے۔ یہ خلق اُنہوں نے قرآنِ کریم اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونے سے حاصل کیا۔ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ مہمان اپنی تقدیر کا رزق لے کر تمہارے گھر آتا ہے۔ اور تمہارے گناہوں کو لے کر رُخصت ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس کی خاطر و مدارا کرنا جنابِ الٰہی کی اس قدر خوشنودی کا موجب ہوتا ہے۔ کہ بہت سے گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ حضورؐ کی زندگی قرآن مجید میں ایک "اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" (عمدہ نمونہ) قرار دی گئی ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتی ہے۔ سو مہمان نوازی میں بھی ہمیں آپؐ ہی کی ذاتِ بابرکات کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایکدفعہ یہودی جو بڑا خبیث الفطرت تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مہمان ہُوا۔ اس شریر یہودی کو معلوم تھا کہ حضورؐ کے ہاں کھانا عموماً اتنا ہی ہُوا کرتا ہے۔ کہ گھر کے آدمیوں کے لئے مشکل سے کافی ہو سکے۔ چنانچہ دق کرنے کی خاطر اُس نے محض شرارت سے اتنا کھایا کہ سارے گھر کا کھانا نگل گیا "تا کہ حضورؐ اور حضورؐ کے اہلبیت فاقہ سے سوئیں۔ چنانچہ سارے گھر کو فاقہ رہا۔ مگر زیادہ کھا جانے سے اُسے رات کو دست آنے لگے۔ اب اُس نے دوسری شرارت یہ کی کہ بجائے باہر جانے کے اُس نے حجرے ہی کو بیت الخلاء بنا لیا۔ بستر کو بھی نجاست سے بھر دیا۔ علی الصبح وہ بغیر اطلاع دیئے ڈر سے بھاگ گیا۔ کہ مبادا مجھے اس شرارت کے عوض، مارا پیٹا جائے۔ لیکن وہ اس بدحواسی میں اپنی تلوار جس کا دستہ بہت بیش قیمت تھا اسی حجرہ میں بھول گیا۔

صبح نمازِ فجر کے بعد آپؐ اپنے مہمان کی مزاج پرسی کرنے اُس کے حجرے میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ مہمان تو غائب ہے۔ لیکن حجرہ اور بستر غلاظت سے بھرا پڑا ہے۔ آپؐ فوراً بستر دھونے بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام رضؓ یہ حالت دیکھ کر تڑپ گئے۔ اور عرض کیا کہ حضورؐ اس یہودی کی نجاست سے آپ اپنے ہاتھ پلید نہ کریں۔ ہم دھوئے دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ "نہیں مہمان میرا تھا۔ مَیں ہی اس کی نجاست کو دھوؤں گا۔"

جس وقت حضورؐ اور صحابہؓ میں اصرار اور انکار ہو رہا تھا۔ اس وہ یہودی بھی واپس آ گیا۔ اس غرض سے کہ اپنی بیش قیمت دستہ والی تلوار واپس لیجائے۔ جب وہ واپس لوٹا۔ تو دیکھا کہ خود حضورؐ اس کا بستر دھو رہے ہیں اور صحابہ چاہتے ہیں کہ آپؐ کے دستِ مبارک سے وہ نجاست بھرا بستر لے لیں اور آپؐ نہیں دیتے۔ اور خود دھوئے جا رہے ہیں۔ تو وہ رو پڑا۔ جیسے ہی حضورؐ کی نگاہ اس پر پڑی نہایت خندہ پیشانی سے فرمایا کہ آپ کہاں چلے گئے تھے۔ آپؐ کی تلوار تو یہیں رہ گئی۔ وہ لے لیجئے۔ اور ایک لفظ بھی اس کی اس قبیح حرکت کے متعلق زبان مبارک سے نہیں فرمایا۔ اس وقت وہ یہودی کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ اخلاق خدا کے صادق نبیوں اور بندوں کے سوا کسی دوسرے کے نہیں ہوتے۔

آپ نے دیکھا کہ کس طرح اس یہودی کے دل پر عمدہ مہمان نوازی نے اثر کیا اور وہ جھٹ اس برگزیدہ بندےؐ کا گرویدہ ہو گیا۔ کہ جو اُس کا میزبان تھا۔ اور پھر مزید یہ کہ اُس کے مذہب کو بھی قبول کر لیا۔ مہمان نوازی یقیناً ایک نہایت قابلِ تعریف خلق ہے۔ جس سے قلوب فتح ہوتے ہیں۔ جس کا بعض دفعہ وہ اثر ہوتا ہے۔ جو بڑی بڑی تقریروں اور تحریروں کا نہیں ہوتا۔ جو میزبان کی خوبیوں کا ایک پائدار اثر مہمان کے دل پر چھوڑ جاتا ہے۔

آپؐ کی خدمت میں جو مہمان آیا کرتے تھے اُن کے لئے کوئی خاص مہمان خانہ تو تھا نہیں بلکہ وہ مسجد میں آکر ٹھہرتے اور اُن میں سے بعض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود رکھ لیتے اور بعض کے لئے یہ اعلان کروا دیتے کہ مسجد میں اس قدر مہمان قیام پذیر ہوئے ہیں جس جس کو توفیق ہو وہ انہیں اپنے گھروں میں لے جائے اور ان کی مہمانی کرے۔ صحابہ کرامؓ جو حضورؐ کی پاک محبت اور صحبت میں

بیتے تھے۔ ہر وقت اسی کوشش میں رہتے تھے۔ کہ کوئی موقع ملے کہ جس سے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے پروردگار کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کر سکیں۔ ہر نیکی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی کوشش فرماتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مسجد میں ایک مہمان آگیا۔ رسول کریمؐ نے ایک صحابی کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کیا اس مہمان کو اپنے گھر لے جا سکتے ہو۔ اس نے عرض کیا بہت اچھا چنانچہ وہ اسے لے کر گھر پہنچا اور بیوی سے کہا۔ کہ رسول کریمؐ نے میرے سپرد آج ایک مہمان کیا ہے۔ کیا گھر میں کچھ کھانے کے لئے موجود ہے۔ اس نے کہا کہ بس ایک آدمی کا کھانا ہے۔ میری تو یہ خواہش تھی کہ آج میں اور تم دونوں فاقہ کرتے اور کھانا بچوں کو کھلا دیتے مگر اب چونکہ مہمان آگیا ہے اس لئے اب کھانا مہمان کو کھلا دیتے ہیں۔ اور بچوں کو کسی طرح تھپکا کر میں سلا دیتی ہوں۔ صحابیؓ نے کہا۔ یہ تو ہو جائے گا۔ مگر ایک بڑی مشکل ہے۔ بیوی نے پوچھا وہ کیا۔ خاوند کہنے لگا۔ جب یہ کھانا کھانے بیٹھا تو اصرار کرے گا کہ ہم بھی اس کے ساتھ کھانا کھائیں۔ پھر ہم کیا کریں گے۔ (اس وقت تک پردہ کا [redacted] نازل نہیں ہوا تھا۔) بیوی کہنے لگی کہ میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے اور وہ یہ کہ جب وہ کھانے بیٹھے تو میں اور تم دونوں اس کے ساتھ بیٹھ جائیں گے۔ اس وقت تم مجھے کہنا کہ روشنی کم ہے فتیلہ ذرا اوپر کر دو۔ اور میں روشنی کو تیز کرنے کے لئے اٹھوں گی اور چراغ کو بجھا دوں گی۔ تاکہ اندھیرا ہو جائے۔ اور وہ دیکھ نہ سکے کہ ہم اس کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ یا نہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ دسترخوان بچھا تو خاوند کہنے لگا۔ روشنی کم ہے ذرا بتی اونچی کر دو۔ بیوی اٹھی اور اس نے چراغ کو بجھا۔ جب اندھیرا ہو گیا تو خاوند کہنے لگا۔ آگ سلگاؤ اور اس کے شعلہ سے چراغ روشن کرو۔ بیوی نے کہا۔ آگ تو ہے نہیں۔ اس نے کہا ہمسایہ سے مانگ لو۔ اس نے کہا۔ اس وقت ہمسائے کو کون جاکر تکلیف دے۔ بہتر یہی ہے کہ اسی طرح کھا لیا جائے۔ مہمان بھی کہنے لگا اگر اندھیرا ہو گیا ہے تو کیا حرج ہے۔ اسی طرح کھانا کھائیں گے۔ چنانچہ اندھیرے میں ہی میاں بیوی اس کے قریب بیٹھ گئے۔ اور مہمان نے کھانا کھانا شروع کر دیا۔ خاوند اور بیوی دونوں نے چونکہ مشورہ کیا ہوا تھا اس لئے مہمان تو کھاتا رہا اور وہ دونوں خالی منہ ہلاتے رہے۔ اور یہ ظاہر کرتے رہے گویا وہ بھی کھانا کھا رہے ہیں۔ خیر کھانا ختم ہوا۔ اور مہمان چلا گیا۔ اللہ تعالےٰ کو ان دونوں میاں بیوی کی یہ بات ایسی پسند آئی کہ اللہ تعالےٰ نے وحی کے ذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دے دی۔ جب صبح ہوئی تو رسول اکرمؐ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ لوگو کچھ پتہ بھی ہے کہ رات کو کیا ہوا۔ صحابہؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تو معلوم نہیں اس پر آپؐ نے یہ تمام واقعہ بیان کیا۔ اور فرمایا کہ جب میاں بیوی دونوں اندھیرے میں بیٹھے خالی منہ ہلا رہے تھے تو اس بات پر اللہ تعالےٰ ان کی اس حرکت پر عرش پر ہنسا پھر آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا۔ جب اس بات پر اللہ تعالےٰ ہنسا ہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں نہ ہنسے۔

اس واقعہ سے مہمان نوازی کی اہمیت روز روشن کی طرح واضح ہے۔ دیکھئے کس طرح ان دونوں میاں بیوی نے خود کو حتیٰ کہ اپنے چھوٹے چھوٹے بلکتے ہوئے بچوں کو بھوکے رکھا۔ اور مہمان کی مہمانی سے اپنے آقا اور مالک کی خوشنودی حاصل کی۔

اس روز یعنی عہد نبوی کے بعد کے زمانہ میں بھی مسلمان اس خلق کو اچھی طرح پکڑے رہے ہیں۔ حجاج بن یوسف ثقفی جو عراق کا حاکم تھا۔ اور اپنے ظلم و تشدد کی وجہ سے مسلمانوں کے کسی طبقہ میں بھی ہر دلعزیزی حاصل نہ کر سکا۔ لیکن اس کے باوجود وہ بڑا مہمان نواز تھا۔ کہ اس کا یہ روز کا معمول تھا کہ کھانے کے وقت اپنے دسترخوان پر کوئی نہ کوئی مہمان ضرور بلواتا۔ پھر چوتھی صدی ہجری میں ماوراء النہر کے اکثر علاقوں میں جو صاحب جائداد لوگ تھے۔ ان کا مشغلہ ہی مہمان نوازی تھا۔ وہ ہر وقت اسی دھن میں لگے رہتے کہ اجنبی اور مسافر مہمانوں کے لئے عالیشان، کشادہ اور ہوادار مکان بنوائیں۔ ان مہمان خانوں کو وہ طرح طرح کے ساز و سامان سے سجاتے۔ جونہی کہیں سے کسی مسافر یا مہمان کے آنے کی خبر پاتے تو ان میں سے ہر ایک کی یہی خواہش ہوتی کہ وہ اس کے ہاں ٹھہرے اور اکثر اوقات وہ ایک دوسرے سے الجھ پڑتے کہ آنے والے مہمان کا میزبان کون بنے۔

اس طرح کی مثالیں اگلے مسلمانوں اور سلف صالحین میں ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں ملتی ہیں۔ جن کو پڑھ کر اس زمانہ کے مسلمانوں کی مہمان نوازیوں پر حیرت ہوتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہماری اور ان کی مسلمانی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایسا کیوں محسوس ہوتا ہے؟ اس لئے کہ ہم اس خوبی کو اپنے اندر نہیں پاتے اور ان کی مثالوں پر یونہی تعجب کا اظہار کرتے ہیں۔ اس وقت کے مسلمان مہمان کو رحمت تصور کرتے تھے۔ لیکن ہم ہیں کہ اس کو زحمت خیال کرتے ہیں۔ اچھا خیر یہ واقعات تو دور کے ہیں۔ نزدیک ہی کی بات ہے کہ ایک مسلمان بھائی عرب تشریف لے گئے۔ اتفاق سے وہ اپنا رستہ بھول گئے۔ سخت گرمی اور دھوپ سے بے حال ہو گئے۔ پانی کا کوسوں نام و نشان نہ تھا۔ ایک چھوٹا سا چادر کا خیمہ نظر پڑا۔ وہاں پہنچے تو اکیلی ایک عورت اس میں بیٹھی پائی۔ اس سے اشارہ سے پانی مانگا۔ اس نے اپنا مشکیزہ اتار کر انہیں دیدیا۔ انہوں نے رفتہ رفتہ سارا مشکیزہ خالی کر دیا۔ اور اس عورت نے خوشی سے پلا دیا۔ اور راستہ بھی بتلا دیا۔

غرض آج بھی عرب ملک میں مہمان نوازی کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ اور اسے ایک اخلاقی فرض سمجھا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا۔ "گستاؤلی بان" ایک فرانسیسی مورخ نے عرب کی سیاحت کرکے ایک کتاب "تمدن عرب" لکھی ہے۔ اس میں اس گئے گزرے زمانے میں عربوں کی

محسنہ کائنات

قسط ۲۵

ماسٹر لال دین اخگر بی اے۔ بی ٹی

وہ لوگ کئی دنوں سے منتظر تھے کہ انور کا بخار اُتر سے تو مولوی عبدالعزیز صاحب سے نماز عشاء کے بعد وعظ و نصیحت کی باتیں سنیں۔ وہ بوڑھے مرد اور عزیز جن کے نوجوان لڑکے مولوی صاحب کے پند و نصائح اور فیض صحبت سے ان کے تابع ہو چکے تھے وہ خصوصیت سے مولوی صاحب سے عرض کرتے رہتے تھے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی جانتے تھے کہ جب تک انور بیماری کی خطرناک زد سے نہ نکل جائے۔ مولوی صاحب کو اصرار سے نہیں کہنا چاہیئے۔ خیر خدا تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب انور کا بخار چار دن سے اُتر چکا ہے اور مولوی صاحب آج رات کو جامع مسجد میں ایک ایمان افروز تقریر کریں گے۔

منادی :۔ "آج نماز عشاء کے بعد مولوی عبدالعزیز صاحب جامع مسجد میں تقریر کریں گے" نتھو والہ کے لوگ جوق در جوق نماز عشا سے پہلے مسجد میں اکٹھے ہو گئے۔ روشنی کا اچھا خاصا انتظام کیا گیا۔ مسجد میں تل دھرنے کو جگہ باقی نہ رہی۔ اور ابھی تک لوگ گروہ در گروہ آ رہے ہیں عام وقت سے قدرے پہلے ہی نماز کی تیاریاں کی گئیں۔ نماز کے فوراً بعد ایک نوجوان نے نہایت خوش الحانی سے قرآنمجید کا ایک رکوع پڑھا اور مولوی عبدالعزیز صاحب تقریر کرنے کے لئے ممبر پر تشریف لائے۔ الحمد للّٰہ وکفیٰ و سلام علےٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

امابعد! الحمدُللہ کہ اس مسجد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھ احقرالعباد سے پیشتر ازیں دو تقریر کروائیں اور آج پھر جبکہ تمام مرد و زن اکٹھے ہو چکے ہیں۔ میں ان کے سامنے اس پرانے موضوع پر ہی کچھ عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ تقریر کو عام فہم بنانے کے لئے آپ حضرات کے سامنے چند سبق آموز قصص اور حکایات بیان کروں گا۔ جن سے آپ کو والدین کے اور خصوصیت سے والدہ کے صحیح مقام کا اندازہ ہو سکے گا اور ساتھ ہی فرمانبردار اولاد کی با برکت زندگی کا نقشہ دیکھنے کا موقعہ حاصل ہو گا۔

آپ کی چشم تصور کے سامنے وہ فیوض و سعادات متمثل ہو کر آئیں گے۔ جو اُن مبارک رُوحوں کی قسمت میں تھے۔ جنہوں نے والدہ کی رضامندی کو اپنی خواہشات پر ترجیح دی۔ اور اُس کے صلے میں روحانیت کے رفیع الشان مدارج حاصل کیے۔ خلق خدا نے والدین کی دُعائیں حاصل کرنے والوں کو اپنی آنکھوں پر جگہ دی۔ القصہ! وہ پاک رُوحیں زمرۂ لا یحزنون میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شامل ہو گئیں۔

ہرکہ خدمت کند او مخدوم شد

میں نہیں چاہتا تھا کہ اس مُبارک موضوع کی ابتدا ایک نافرمان بیٹے کی تباہی اور دائمی ہلاکت کے تذکرے سے کروں۔ مگر میرا روئے سخن حضرت نوح علیہ السلام کی پدرانہ شفقت کی طرف ہوگا۔ لہٰذا یہ چیز خلاف موضوع نہیں ہوگی۔ اندازہ فرمایئے کہ آدم ثانی کی ساڑھے نو سو برس کی مبلغانہ کوششوں کے باوجود جب تقریباً ساری قوم قاہرانہ طوفان میں ڈوب رہی تھی تو پدرانہ محبت ایک بے پناہ ولولہ بن کر پیغمبر علیہ السلام کی رُوح پر طاری ہو گئی۔ لہٰذا وہ نافرمان بیٹے کی نجات کے لئے کوشش کرنے لگے۔

یہ تو حاکم مطلق کا نظام تھا کہ ابھی نوح علیہ السلام اپنے نافرمان بیٹے کو کشتی میں سوار ہونے کی دعوت دے ہی رہے تھے۔ کہ طوفانی موجوں نے کنعان کی گستاخانہ گفتگو کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ ورنہ اگر باپ کا بس چلتا اور بدبخت بیٹے کا غرور اس قدر زیادہ نہ ہوتا تو ہم دیکھتے۔ کہ باپؑ اپنے لخت جگر کے لئے خدا تعالےٰ سے سفارش کرتا۔ خیر! ہماری روحیں پیغمبر علیہ السلام کے اس جذبہ کے لئے عقیدت سے جھوم اُٹھتی ہیں اور ہم بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ [illegible] لمحات کی وہ قیمت ہے کہ سینکڑوں نوجوان ل[illegible]

کہ برسوں تک بے لوث خدمات سرانجام دینے کے باوجود بھی یہ دعوےٰ کرنے کے مجاز نہیں ہو سکتے کہ ہم نے اپنے حقوق کا کوئی ہزارواں حصّہ بھی ادا کر دیا ہے۔

اگر نوح علیہ السلام کی اس داستان کا تذکرہ قرآن مجید میں یوں بیان نہ ہوتا۔ تو بڑا ممکن تھا کہ اولاد کے بگڑنے پر ہم مابعد کے اکثر باپوں کو تعلیم و تربیت کے معاملے میں متہم کرتے۔ مگر ہم اس مبارک تذکرہ سے اس نتیجے پر پہنچ گئے ہیں۔ کہ اولاد خواہ کتنی ہی سرکش ہو۔ والدین اُس کی تربیت میں آخری دم تک کوشاں رہتے ہیں اور پھر ماں تو ماں باپ کی رُوح کا بھی یہ طبعی تقاضا ہوتا ہے کہ بچّوں کی بہتری کا کوئی نہ کوئی رستہ ضرور نکل آئے۔

مگر ہم نے دیکھا ہے کہ کفر و شرک کی تاریکیاں جب پردہ بن کر نور فطرت کو ڈھانک لیتی ہیں تو انسانی ضمیر بڑی حد تک ہر طرح کے صالح اور محمود جذبات سے محروم ہو جاتی ہے۔ اس حقیقت کی تائید میں ہم قرآن حکیم سے آذر کی وہ دھمکی پیش کرتے ہیں۔ جس نے پدری رشتوں کو یکسر ختم کر دیا تھا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی واعظانہ دعوت کے جواب میں آذر نہایت طیش میں آ کر کہتا ہے

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا

(اے ابراہیم تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اگر تو اس ارتداد (نعوذ باللہ) سے واپس نہ آیا تو میں تجھ کو [illegible] سنگسار کر دوں گا۔ جا جا ایک مدت کیلئے میری آنکھوں سے دور ہو جا)

لیکن اس موقعہ پر اگر مفسرین قرآن حکیم نے حضرت ابراہیمؑ کے گھر چھوڑنے کے بعد آپؑ کے باپ آذر کے جذبات کی عکاسی نہیں کی۔ اور اگر کسی نے اب تک ہمیں نہیں بتایا کہ خلیل اللہ جیسے وجیہ صورت فرشتہ سیرت اور حلیم الفطرت لخت جگر کو گھر سے نکال کر آذر پر فرقت کی گھڑیاں کیسے گزریں تو مجھے امید ہے کہ میرا ظن و گمان اس معاملے میں مورد الزام نہیں ہوگا۔ کہ بد نصیب آذر نے لازماً پہلی ہی رات اپنے ابراہیمؑ کے فراق میں آنسو بہا بہا کر اور آہیں بھر بھر کر گزاری ہو گی اور اپنے ہاتھوں سے اتنی بڑی متاع کو ضائع کر کے حسرت و یاس کی موت مرا ہو گا۔ [illegible] رہے۔ میرا یہ گمان پدری الفت سے عقیدت کے اظہار کا مترادف ہے۔ کیونکہ میرا یقین ہے کہ والدین کی محبت فطرت کے طبعی تقاضوں [illegible]

سے ایک تقاضا ہے۔ جس کا فقدان وقتی طور پر تو مانا جا سکتا ہے۔ مگر کسی ماں یا باپ کے دل سے دائمی طور پر اس کا فقدان تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

حاضرین میں سے ایک صاحب کھڑے ہو کر :- جناب مولوی صاحب۔ آج آپ کا اندازِ بیان قدرے مشکل ہے۔

مولوی صاحب :- تشریف رکھئے۔ آپ کا ارشاد صحیح ہے۔ اب میں انشاءاللہ تعالےٰ آسان پیرائے میں بولنے کی کوشش کرونگا۔

(حاضرین نہایت توجہ سے سُن رہے ہیں اہلِ علم حضرات مولوی صاحب کے اچھوتے طرز بیان پر بڑے خوش ہیں)

ہاں سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہ بھی عرض کر جاؤں کہ باپ نے جب گھر سے نکل جانے کو کہا تو آپ نے جواب میں فرمایا۔ سلامٌ علیک (ابا جی آپ پر سلامتی ہو) سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا (میں جلدی ہی اپنے پروردگار سے تیری بخشش کی دعا کروں گا۔ کیونکہ وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے) سیّدنا ابراہیمؑ کے اس فرزندانہ لہجے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر پیغمبر فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا کی ایک عملی تصویر ہوتا ہے۔ اور پھر سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ ہر پیغمبر کا دل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔ کا ورد کرتا رہتا ہے اور تمام انبیائے کرام والدین کے حق میں نہایت ہی منکسر المزاج اور فرمانبردار رہے ہیں۔

اس ضمن میں اس گھرانے کی اس ممتاز خاتون کی مادرانہ دلی کیفیات کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام وطن مالوف سے کوسوں دور بے برگ و گیاہ سرزمین میں۔ یعنی مکّہ معظمہ کے کالے کلوٹے پہاڑوں میں چند ماہ کے اسمٰعیل کو آغوش میں دے کر بٹھلا گئے تھے اس تذکرہ میں ممتا کے جلوے اپنے پورے جوبن میں نظر آئیں گے۔ حضرت ہاجرہؓ کے پاس جو آب و نان کی قلیل مقدار تھی وہ ختم ہوئی۔ عرب کی آتش بار لُو کے تھپیڑوں نے اس حور صفت عفّت مآب مادر ذبیح اللہ کی مبارک چھاتی سے دودھ تو دودھ خون تک بھی خشک کر دیا تھا۔ ماں نے بچّے کے چہرے کو دیکھا تو شدّت تشنگی سے زرد پڑ رہا تھا۔ ننھے ننھے ملکوتی لبوں پر پپڑیاں جم رہی تھیں۔ گلے میں پیاس کی وجہ سے کانٹے پڑ رہے تھے۔ کیا اس موقعہ پر اس نحیف و زار ماں نے اپنے بچے کو تڑپ تڑپ کر جان بحق ہونے کا موقعہ دیا؟ ہرگز نہیں۔ ارض و سما کی شہادت موجود ہے کہ اس وقت ممتا نے ماں کو دیوانہ بنا دیا۔ حضرت ہاجرہؓ کو عرب کی چلچلاتی دھوپ بھول گئی۔ ہاں۔ ہاں کوہساروں کی بلندی و پستی ذہنِ مادر سے نکل گئی۔ صفا و مروہ کا درمیانی بُعد نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس آتشیں سرزمین پر پانی کی تلاش میں کتنے چکّر لگائے کون گنتا تھا؟ کون دیکھتا تھا؟ ہاں وہی گنتا تھا اور وہی دیکھتا تھا۔ جس نے اپنی قدرت سے اس نسوانی ڈھانچے میں ممتا کا یہ بے پناہ جذبہ پیدا کر دیا تھا۔

پروردگار عالم کو اپنی بندی کا یہ عمل اس قدر زیادہ پسند آیا کہ اُمّت مسلمہ کے حجّاج کرام باذن اللہ قیامت تک اس سُنّت کو اپنے عمل سے زندہ کرتے رہیں گے لہٰذا ماں کے نافرمانو! اور نافرمان اور گستاخ بیوی کے پرستارو! تمہیں اس دھڑکتے ہوئے دل کا کیا احساس ہو سکتا ہے۔ جس کو پہلو میں لئے ہوئے ایک خستۂ روزگار اس جہنم خیز سرزمین پر قدم رکھتی تھی اور تمہیں اُن نگاہوں کی قدر کیسے ہو سکتی ہے۔ جو نہایت بیقراری میں تڑپتے ہوئے اسماعیلؑ کی طرف اُٹھتی تھیں۔ ہاں :-

کوچۂ عشق ہے۔ یہ۔ رہگذر عام نہیں

میرے دوستو! ماں باپ کی محبّت کی قدر کرو۔ ورنہ آتشِ جہنّم نافرمان اولاد کو جھلسنے کے لئے کافی ہے۔

آیئے! حضرت ذبیح اللہ کی سعادت فرزندانہ پر بھی ایک نظر ڈالتے جایئے۔ ساری کائنات کے انسان مل کر بھی فرمانبرداری کی یہ مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ کہ باپ کہے :- يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى (اے لختِ جگر میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ میں تجھ کو خدا کے نام پر ذبح کر رہا ہوں۔ میری خواب کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟) اور اس کے جواب میں بیٹا بلا تردد پکار اُٹھے۔ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ (ابا جان! یہ خواب نہیں بلکہ خدائے قدوس کا حکم ہے لہٰذا آپ تعمیل حکم کیجئے اور میری طرف سے تسلی رکھئے۔ میں انشاءاللہ تعالےٰ نہایت صبر سے تیری چھری کے نیچے لیٹا رہوں گا۔)

ملاحظہ فرمایئے : ایں خانہ ہمہ آفتاب است لہٰذا اس کا ثمرہ باپ اور بیٹے کو یہ ملا۔ کہ ایک کے سر پر تاجِ خُلّت رکھا گیا۔ اور دوسرے کی تسلیم و رضا کو قیامت تک لاکھوں قربانیوں سے زندہ کیا گیا

آسمانوں سے آواز آئی سَلٰمٌ عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کے افراد خانہ کے اعمال فریضۂ حج کے بنیادی اصول بنائے گئے اور اس طرح سے ان کو ہمیشہ کی سلامتی حاصل ہو گئی۔

مسلمان دوستو اور بزرگو! یہ حقوق والدین کی شرح ہے۔ یہ فرمانبرداری کی عملی تصویر ہے۔ یہ مادرانہ اور پدرانہ شفقت کا ایک مرقع ہے۔ یہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی پاکیزہ زندگیوں کا حاصل ہے۔ دیکھیے مکّہ مکرمہ کی سرزمین میں حضرت آمنہ کی آغوش رحمت پرور میں سیدالانبیاءؐ نے جنم لیا۔ باپ کا سایہ عاطفت پیدائش سے پہلے ہی اُٹھ گیا۔ ماں کی گود رسم رضاعت نے چھڑا دی۔ لہٰذا بدوی گھرانے کی ایک غیر معروف عورت حلیمہ نامی حضرت عبداللہ کے یتیمؐ اور آمنہ کے لالؐ کی پرورش کرتی رہی۔ ساکنان ارض و سما نے اس خدمت کے صلے میں خاتون حلیمہ کو سعدیہ کا لقب دیا۔

المختصر! جب حقوق والدین کے اظہار کا وقت آیا تو عرب کی دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سیّد الاولین والآخرین نے اپنے دوشِ نبوّت آثار سے اپنی چادر اُتار کر زمین پر بچھا رہے ہیں۔ حاضرین حیران تھے کہ یہ کیوں؟ اس مبارک چادر پر کون قدم رکھیگا؟ یہ ردائے اقدس اگر قدسیوں کو میسّر آئے تو عقیدت سے آنکھوں پر دھریں۔ اور اگر انبیائے کرام کو ہاتھ لگے تو محبّت و تعظیم سے بوسے دیں۔ آخرکار دیکھنے والوں نے نہایت تعجب سے پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ خوش نصیب خاتون کون ہے؟ جس کی تعظیم کے یہ سامان ہو رہے ہیں؟ جواب میں ارشاد فرمایا۔ "یہ میری رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ ہے" اوکما قال رسول اللہؐ۔ میں اس موقعہ پر اپنے ایک عزیز دوست لال دین اخگر کی ایک نظم کا ایک بند پیش کرتا ہوں۔ والدہ کی خدمات کا اعتراف ملاحظہ ہو :-

انبیاء بھی اس کی آغوش محبّت میں پلے
اولیا بھی اس کے زیرِ دستِ شفقت میں پلے

(انقیا بھی اس کے دامانِ عطوفت میں پلے
اصفیا بھی اس کے احسان و مروت میں پلے
اس کی خدمت سب پہ لازم ہے بشر کوئی بھی ہو
اسکی خوشنودی مقدم ہے خطر کوئی بھی ہو

حاضرین میں بعض پر رقت طاری ہے۔ اور عام لوگ نہایت توجہ سے تقریر سُن رہے ہیں)

اس سے پہلے انبیاء کرام کی مبارک زندگیوں کی طرف اشارات کیئے گئے تھے۔ جن میں آپ نے نیک اولاد کی فرمانبرداری اور والدین کی والہانہ محبّت ملاحظہ کی ہوگی اب اس نوعیّت کی چند اور مثالیں سُنیئے۔

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سرخیلِ اولیا کرام لڑکپن میں اپنے اُستاد محترم سے واشکرلی ولوالدیک والی المصیر (میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ انجام کار میرے پاس ہی آنا ہوگا) پڑھ کر فکر و تدبر میں ڈوب گئے۔ اُستاد سے رخصت لی۔ اور سیدھے والدہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ "اماں جان! ارشاد خداوندی ہے کہ واشکرلی وَلِوَالدَیکَ و الی المصیر اس لیئے میں اس سوچ میں ہوں۔ کہ دو گھروں کا کیسے انتظام کروں۔ یا آپ خدا سے مجھے یہ حق لے دیں کہ میں صرف آپ کی خدمت کروں۔ یا آپ مجھے خدا کے حوالے کر دیں۔ تاکہ میں اُس کا ہو جاؤں"۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے جواب میں فرمایا۔ "بیٹا! میں نے تجھے خدا تعالے کی خدمت کے لیئے چھوڑ دیا اور اپنا حق بخش دیا"۔

اب حضرت بایزید علیہ الرحمۃ تقریباً تیس برس تک مختلف مقامات پر جا کر مشائخ عظام کی صحبت کے فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ آخر اس مدّت مدید کے بعد گھر واپس آئے تو گھر کا دروازہ بند تھا۔ والدہ محترمہ وضو کر رہی تھیں۔ کان لگا کر سُنا تو مادرِ مشفقہ کی زبان پر جاری تھا۔ الٰہی میرے اس غریب کو اچھی طرح رکھنا۔ الٰہی اس کے مشائخ کے دل اس سے خوش رہیں۔ الٰہی میرے لختِ جگر کو بہتر حالت عطا فرما"۔ آپ نے جب سُنا تو رو ئے۔ پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے پوچھا کون ہے؟ آپ نے جواب دیا "تمہارا مسافر"۔ یہ سُن کر آپ کی والدہ مکرمہ رونے لگیں۔ دروازہ کھول دیا اور کہا۔ "اے طفل کیوں دیر سے آیا۔ تیرے فراق میں رونے سے میری آنکھوں میں خلل آ گیا اور میری پیٹھ تیرا غم کھا کر ٹیڑھی ہو گئی"۔

حضرت بایزیدؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ جس کام کو میں تمام کاموں سے پیچھے جانتا تھا وہ سب سے پہلے نکلا۔ اور وہ کام والدہ کی خدمت اور رضامندی تھا۔ وہ نعمت جو میں مجاہدات میں تلاش کرتا رہا۔ وہ اس طرح پائی کہ ایک رات میری والدہ نے مجھ سے پانی طلب کیا۔ کوزہ اور صراحی میں پانی نہ پا کر میں نہر پر گیا اور پانی لایا۔ واپسی پر والدہ صاحبہ سو گئی تھیں اور رات نہایت سرد تھی۔ میں آبخورہ لے کر کھڑا رہا۔ جب بیدار ہوئیں تو اس معاملہ سے آگاہ ہوئیں۔ پانی پیا اور میرے لیئے دُعا فرمائی"۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جو کچھ ملا۔ اُسی رات کے صلے میں ملا۔ قُربان جایئے ایسی ماں کے اور ایسے بچے کے۔ آپ کی والدہ کا بیان ہے کہ جب میں کوئی مشتبہ چیز کھا لیتی تو بایزید میرے بطن میں ہی تڑپنے لگتے تھے۔ (تذکرۃ الاولیا)

یاد رہے نیک مائیں ہی نیک اولاد کو پرورش دیتی ہیں۔ ہاں۔ ہاں۔ اگر فاطمۃ الزہراؓ کی گود نہ ہوتی تو حضرت سیّد الشہدا مقام شبیری کیسے حاصل کرتے۔ مائیں انبیاء اور اولیاء کو جنم دیتی ہیں۔ ان کی پرورش کرتی ہیں۔ انبیاء اور اولیاؒ مخدوم جہانیاں ہوتے ہیں۔ مگر ہر نبی اور ہر ولی کی والدہ ان کے لیئے مخدومہ اور محترمہ ہوتی ہے۔ دیکھا۔ ماؤں کا مقام دنیائے انسانیت میں کتنا بُلند ہے۔

بابا فریدؒ ملقب بہ شکر گنج کی والدۂ محترمہ کا بیان ہے کہ میں نے فریدؒ کو دو سال دودھ پلایا۔ مگر کبھی بھی بے وضو نہ پلایا۔ آپ ہی انصاف فرمایئے کہ کیا حضرت فرید علیہ الرحمۃ کی ولایت کا سرچشمہ اُن کی والدہ ماجدہ کا باصفا دل نہ تھا؟ یقیناً تھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ شمع رسالت کے پروانے تھے۔ کعبۃ اللہ میں خطبہ دینے لگے۔ اسلام میں یہ پہلا خطبہ تھا۔ دشمنانِ دین نے حضرت صدیقؓ کو بے حد زدو کوب کی بے ہوش ہو گئے۔ عشا کے بعد ہوش آیا تو فرمانے لگے مجھے بتاؤ کہ میرے آقا محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔ برادری کے سب دین افراد جو وہاں بیٹھے ہوئے تھے یہ سُن کر ناراض ہوئے۔ اور اُٹھ کر چلے گئے۔ آپ کی والدہ اُمّ الخیرؓ نے آپ کو کھانا کھلانا چاہا۔ تو فرمانے لگے۔ امّاں جان! جب تک رسول محمّد صلی اللہ علیہ وسلم پر نگاہیں نہ پڑیں۔ کھانا پینا نہیں سوجھتا۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں مخالفین اسلام کا غلبہ تھا۔ رات اندھیری تھی۔ لیکن حضرت امّ الخیرؓ پہلے امّ جمیلؓ کے گھر گئیں۔ حضورؐ انور کا پتہ لگایا اور پھر اپنے زخمی ابوبکرؓ کو لے کر حضور رسالتمآب میں حاضر ہوئیں۔

مسلمان نوجوانو! مائیں اپنے بچّوں کی خاطر آگ کے سمندروں میں بھی کُود پڑنے کے لیئے تیار ہوتی ہیں۔ وہ راتوں کی نیند اور دنوں کا سُکھ چین اپنی اولاد پر قربان کرنے کے لیئے ہر وقت مستعد رہتی ہیں۔ میں رب کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں دن میں بارہا اپنی ضعیف والدہ کے بوڑھے ہاتھوں۔ ٹیڑھی کمر اور نحیف و زار جسم میں ایسی حرکات اور آثار اب بھی دیکھتا رہتا ہوں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ والدہ غیر شعوری طور پر میری محبت و فلاح کے بے پناہ جذبات رکھتی ہے۔ یہ حقائق جو آپ کے سامنے پیش کیئے جا رہے ہیں۔ ان کا تعلق تجربہ سے ہے۔ وہ لوگ جو بچپن میں والدین کے ہاتھوں میں رہے اور اب جوانی کے دنوں میں ماؤں سے دُور اور نفور ہیں اور مطلب پرست بیویوں کے اشارے پر ان کا دستور حیات مرتب ہوتا ہے اور ان حرص و ہوا کی [redacted] کے سامنے ان کا مقولہ ہے۔ بیوی ہو تو پہ خویش را ان کو فی الواقع ان قیمتی باتوں کی کوئی قدر نہیں۔ ان کو کیا خبر ہے کہ شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم ان دو شعروں میں کن وجدانی کیفیات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں

زندگی کی اوج گاہوں سے اُتر آتے ہیں ہم
صحبتِ مادر میں طفلِ سادہ رہ جاتے ہیں ہم
بے تکلف خندہ زن ہیں فکر سے آزاد ہیں
پھر اُسی کھوئے ہوئے فردوس میں آباد ہیں

اور پھر آگے چل کر علاّمہ موصُوف والدہ کے ایک نہایت ممتاز عمل کو پیش کر رہے ہیں۔ جس کا ظہور ما سوا انبیاءؑ کے تمام نوع انسان میں سے بغیر والدہ کے کسی سے بھی صادر نہیں ہوتا ہے (عاشقان رب العزت بھی اس سے مستثنیٰ ہیں) اور اگر اس کا ظاہری نقشہ نظر بھی آئے تو وہ صدق و خلوص نہیں پایا جاتا جو والدہ کے عمل میں پایا جاتا ہے۔ والدہ مرحومہ کی یاد میں فرماتے ہیں ؎

کس کو اب ہوگا۔ وطن میں آہ ! میرا انتظار؟
کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بیقرار؟
خاکِ مرقد پر تری لیکر یہ فریاد آؤں گا
اب دعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا

اب اخیر میں حسرت سے یہ شعر علامہ مرحوم کی زبانِ قلم سے نکلا ہے۔

عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
میں تیری خدمت کے جب قابل ہُوا تو چل بسی

نقشہ۔ ماں بچے کی پرورش میں خطرات سے گِھر تو جاتی ہے۔ مگر کسی خطرے کو بھی خاطر میں نہیں لاتی۔ ماں کسی کٹیا میں ہو۔ یا شاہی محل میں ہو۔ پرندے کی صورت میں کسی گھونسلے میں ہو یا چوپائے کی شکل میں کسی تھان پر بندھی ہوئی ہو وہ اپنے بچوں سے پیار کرتی ہے اور اُن کی پروانہ وار حفاظت کرتی ہے۔ مادہ بھیڑیا اور شیرنی بھی اپنے بچوں کی حفاظت کرتی ہیں۔ ان کو کھاتی نہیں ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ماں ہر آزمائش میں کامیاب ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ظاہری حوادث سے نہیں گھبراتی اور اپنے بچے کی حفاظت کے لیئے ہر فیصلہ بلا تردد قبول کر لیتی ہے۔ آپ نے سُنا ہوگا۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت عالیہ میں ایک دفعہ دو عورتیں ایک جھگڑا لے کر آئیں۔ ایک کہتی تھی یہ بچہ میرا ہے۔ دوسری کہتی تھی۔ کہ یہ جھوٹ بولتی ہے۔ کیونکہ یہ بچہ میرا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے خداداد علم و فضل سے اُن کے سامنے ایک ایسا فیصلہ پیش کیا جس سے حقیقی ماں کا فوراً پتہ چل گیا۔ دونوں عورتوں کو مخاطب کرکے فرمانے لگے کہ بہتر یہ ہے کہ اس بچے کو دو برابر ٹکڑوں میں کاٹا جائے اور تم دونوں کو ایک ایک ٹکڑا دیا جائے۔ جھوٹی دعویدار عورت یہ سن کر فوراً مان گئی۔ لیکن اُس بچے کی حقیقی ماں کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ چلّا کر عرض کرنے لگی کہ حضرت میں اپنے دعوے سے باز آئی۔ بچہ اس عورت کے حوالے کر دو۔ میرے پاس نہ رہے گا۔ نہ سہی۔ زندہ تو رہے گا۔ یہ جواب سُن کر حاضرین عدالت فوراً سمجھ گئے۔ کہ یہی حقیقی ماں ہے۔ یاد رہے ماں کے مقام کو غیر ماں کبھی بھی حاصل نہیں کر سکتی۔ ظالمو! بیچاری ماں تمہاری عدالتوں (گھروں میں بیوی کے مقابلے میں جہاں تم قاضی ہوتے ہو) میں دن میں کئی دفعہ جھوٹی ثابت ہوتی ہے۔ مگر خدا اور پیغمبر خدا کی عدالت میں اپنے دعوے ایثار میں ہمیشہ سچی رہی ہے۔ اور آئندہ بھی سچی رہے گی۔

ماں کے جذبۂ ایثار کی کوئی حد نہیں۔

مفروضہ۔ اگر پروردگار عالم حضرت عزرائیل علیہ السلام کو کسی بستی میں وہاں کی ماؤں کے پاس بھیجے اور یہ اختیار دے کر بھیجے کہ ہر فرد کی ماں کو یہ کہا جائے کہ آج رات کو میں تیری روح قبض کر لوں گا۔ یا اس کے عوض میں تیرے لڑکے کی روح قبض کی جائے گی۔ تو میرا یقین کہتا ہے کہ صبح تک اس بستی کی تمام مائیں اپنے بچوں کی خاطر جان بحق ہونا قبول کر لیں گی۔ یعنی بستروں میں مائیں۔ ڈربوں میں مرغیاں۔ گھونسلوں میں چڑیاں۔ بازاروں میں کُتیاں۔ تھانوں پر گھوڑیاں اور بھینسیں اور باڑوں میں بکریاں مری پڑی ہوں گی۔ اور اُن کے بچے اُن کی جگہ صحیح و سالم ہوں گے۔ لیکن اگر اس کے برعکس (اس وقت اولاد میں والدین کے لیئے جذبۂ قربانی مفقود ہو چکا ہے) یہی اختیار اولاد کو دیا جائے تو پھر بھی مائیں ہی مرینگی۔ کیونکہ وہ بچے جو اپنے والدین کی خدمت تک سے گریز کرتے ہیں۔ وہ ان کی خاطر متاعِ جان کب پیش کریں گے۔

گردشِ زمانہ بابر کی موت کے زمانہ کو نہیں بھلا سکتی۔ تاریخ خوانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ بابر نہیں تھا۔ بلکہ محبتِ پدری کا ایک زندہ مجسمہ تھا جو بابر کے قالب میں کہہ رہا تھا کہ "اے ہمایوں میں نے تیری بیماری لے لی۔ اے ہمایوں میں نے تیری بیماری لے لی"۔ لہذا ایسا ہی ہُوا۔ حقیقت ہے۔ ہر نابینا، ہر بہرہ، ہر کوڑھی، ہر مدقوق اور ہر مجذوم جس کی والدہ ہو۔ ایک لمحے کے لیئے بھی ان امراض مہلکہ میں مبتلا نہیں رہ سکتا۔ اگر دنیا کا کوئی ڈاکٹر یا حکیم اس چیز پر قادر ہو جائے۔ کہ ایک جسم کی قوتوں کو کسی آلے کے ذریعے دُوسرے انسان کے جسم میں منتقل کر دے تو جوانو! مائیں اپنی شنوائی، اپنی بینائی، اپنی گویائی۔ غرضیکہ آپ کی حفاظت کے لیئے اپنی جان عزیز تک ہر وقت قربان کرنے کے لیئے تیار ہیں۔ لہذا ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی ماؤں کے اس جذبہ کی پوری پوری قدر کریں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اس حق شناسی کے عوض اپنے فضل و کرم سے ہمیں جنت فردوس میں جگہ دے۔

آسمانِ فقاہت کے مہر درخشاں۔ سراج الائمہ حضرت امام اعظمؒ اپنی والدہ ماجدہ کی بے حد دلجوئی فرماتے تھے۔ کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تو آپ کی والدہ فرمائیں کہ میں تو فلاں بزرگ کے فتوے پر زیادہ یقین کرونگی۔ لہذا امام موصوف اپنی والدہ محترمہ کو گھوڑی پر سوار کرتے اور خود ساتھ ہو لیتے۔ وہاں جا کر اُس بزرگ سے مسئلہ دریافت فرماتے۔ وہ بزرگ جواب میں کہتے کہ نعمان بن ثابت آپ تو امام وقت ہیں۔ آپ خود ہی اپنی والدہ کو مسئلہ بتا دیا کریں۔ مگر امام صاحب جواب میں ارشاد فرماتے کہ والدہ کی تسلی آپکے بتانے میں ہے لہذا ان کی دلجوئی کے لیئے حاضر ہوا ہوں۔

بُحرا! بزرگو! اور عزیز دوستو! اور میری محترم بہنو! کوئی محدث ہو یا فقیہ۔ ادیب ہو یا شاعر رنگین نوا محب وطن ہو یا مجاہد ملت۔ حتیٰ کہ ولی ہو یا پیغمبرِ وقت اپنی پرورش کیلیئے والدین کا محتاج ہے۔ اگرچہ مسبب الاسباب حقیقی معنوں میں پروردگار عالم ہی ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے فاتح ماؤں کی آغوش میں ہی پلے۔ بلند حوصلہ مائیں بلند عزائم سپوت جنتی ہیں تاریخ عالم اپنے مشاہیر کو بھول نہیں سکتی۔ اور مشاہیر عالم اپنی تربیت میں اپنی ماؤں کے خصوصی طور پر مرہون رہے ہیں۔ دُور کی بات نہیں۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی مرحوم تحریک خلافت میں قید ہو گئے۔ کسی نے ان کی والدہ ماجدہ سے یہ خدشہ پیش کیا کہ کہیں آپ کے فرزند حکومت برطانیہ سے معافی مانگ کر رہا نہ ہو جائیں۔ اس پر اس ضعیفہ و عفیفہ نے جواب دیا۔ کہ اگر میرے بیٹے محمد علی اور شوکت علی یوں معافی مانگ کر باہر آئیں گے تو میں اپنے ان بوڑھے ہاتھوں سے ان کا گلا گھونٹ دونگی۔

حاضرین پر ان واقعات کا پورا پورا اثر ہو رہا تھا۔ نوجوان اپنے شرمناک رویے پر تاسف کر رہے تھے اور بعض کے آنسو جاری تھے۔ بوڑھے مرد اور عورتیں مولوی عبدالعزیز صاحب کو کوئی آسمانی فرشتہ سمجھ رہے تھے جو انکی رہائی تحفظ حقوق اور دلجوئی کے لیئے باذن اللہ آسمان سے نازل ہُوا تھا۔ ان کی زبان ہی نہیں بلکہ انکے ہر بن مُو سے اس پاک طینت نوجوان کیلیئے دعائیں نکل رہی تھیں۔ اب مولوی عبدالعزیز صاحب نے حاضرین کی فلاح دینوی اور اُخروی کیلیئے دعا مانگی جسمیں تمام مرد و زن شامل تھے۔ وعظ کے بعد لوگوں نے مولوی صاحب سے مصافحہ کیا اور اپنے اپنے گھروں کو چلدیے

ضروری التماس:۔ موقر جریدہ ہفت روزہ خدام الدین کے قارئین حضرات سے التماس ہے کہ وہ خدائے عز قدوس کے حضور میں مجھ احقر العباد کے لیئے دعا فرمائیں "تاکہ میں اس کے لطفِ عمیم سے "محسنۂ کائنات" کی تمام قسطوں کو چند ضروری ترمیمات کے بعد کتابی صورت میں شائع کرا سکوں۔

وما توفیقی اِلّا باللہ

اسلام لانے والوں پر قریش کے جور و ستم

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس لاہور کارپوریشن)

نمبر ۱

آج ہم تمہیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام لانے والے مسلمانوں پر کفار مکہ قریش وغیرہ کیسے کیسے ظلم ڈھاتے تھے۔ ان کے مظالم۔ تکالیف اور اذیتیں دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اُن تکالیف کا مفصل بیان تو تھوڑا ہے۔ مختصر طور پر ان کے عذاب دہی کے طریقوں کا حال بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت بلال رضؓ۔ یہ حبشی تھے۔ اُمیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب اُمیہ نے سُنا کہ بلال مسلمان ہو گئے تو ان کے لئے گوناگوں عذاب ایجاد کئے گئے۔ گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ دی جاتی اور وہ مکہ کی پہاڑیوں میں انہیں لئے پھرتے۔ رسی کا نشان گردن میں نمایاں ہو جاتا۔ وادیٔ مکہ کی گرم ریت پر انہیں لٹایا جاتا۔ اور گرم گرم پتھر اُن کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا۔ مشکیں باندھ کر لکڑیوں سے پیٹا جاتا۔ دھوپ میں بٹھایا جاتا۔ حضرت بلال رضؓ ان سب حالتوں میں **اَحَدٌ اَحَدٌ** کے نعرے لگاتے رہتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضؓ کو خریدا اور خدا کے لئے آزاد کر دیا۔ سنہ ۲۰ھ میں بمقام دمشق بعمر ۶۳ سال وفات پائی۔

(۲) عمار رضؓ اور ان کے والد یاسر رضؓ ان کی والدہ سُمیہؓ یہ سب مسلمان ہو گئے تھے۔ ان پر ایسے ایسے عذاب مسلط کئے گئے کہ خدا کی پناہ۔ کمبخت ابوجہل نے بی بی سُمیہؓ کے اندام نہانی میں نیزہ مارا۔ اور اُسے جان سے مار ڈالا۔ ایک دن حضورؐ نے جاتے ہوئے ان کے عذاب کو دیکھا۔ فرمایا۔ اِصْبِرُوْا یَا اٰلَ یَاسِرٍ فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّۃُ۔
(یاسر والو صبر کرو۔ تمہارا مقام جنت ہے)
مدارج النبوۃ۔ جلد ۲ صفحہ ۵۰۔ عمار رضؓ جنگ صفین میں بعمر ۹۱-۹۲ سال شہید ہوئے۔

(۳) ابو فکیہہ جن کا نام افلح تھا، کے پاؤں میں رسی باندھ کر انہیں پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا۔
(اعجاز التنزیل صفحہ ۵۰)

(۴) خباب رضؓ بن ارت کے سر کے بال کھینچے جاتے۔ گردن مروڑی جاتی۔ گرم پتھروں سے بارہا آگ کے انگاروں پر لٹا دیا گیا۔ مدینہ منورہ میں بعمر ۷۳ سال سنہ ۱۹ھ میں وفات پائی۔

(۵) لبینہ۔ زنیرہ۔ نہدیہ اور **اُمّ عبیس** بیچاری لونڈیاں تھیں اور ان کے سنگ دل آقا ان کو ایسی ہی سخت وحشیانہ سزائیں دیا کرتے تھے۔ قریش یہ سلوک غلاموں اور ضعیفوں کے ساتھ ہی نہ تھا اپنے فرزندوں اور عزیزوں کے ساتھ بھی وہ ایسی ہی سنگدلی کا برتاؤ کیا کرتے۔
(اعجاز التنزیل صفحہ ۵۳)

(۶) عثمان رضؓ بن عفان کے اسلام لانے کی خبر ان کے چچا کو ہوئی۔ تو وہ کمبخت حضرت عثمان رضؓ کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا۔ اور نیچے سے دُھواں دیا کرتا۔

(۷) مصعب بن عمیر رضؓ کو اُن کی ماں نے گھر سے نکال دیا تھا اسی جرم میں کہ وہ اسلام لے آئے تھے۔ یہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔

(۸) بعض صحابہ رضؓ کو قریش گائے اُونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دُھوپ میں پھینک دیتے تھے۔ بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے جلتے پتھروں پر گرا دیا کرتے تھے۔

غرض ایسی وحشیانہ سزائیں دیتے تھے کہ صرف اسلام کی صداقت ہی اُن کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ پہلی امتوں نے، تو کھوٹے روپے لے کر انبیاء کو گرفتار اور قتل کرا دیا تھا۔
(زاد المعاد جلد ۱)

اور تو اور ہمارے حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ راستے میں کانٹے بچھائے جاتے۔ تاکہ رات کے اندھیرے میں آپ کے پاؤں زخمی ہوں۔ گھر کے دروازے پر غلاظتیں پھینکی جاتیں۔ تاکہ صحت وجمعیت خاطر میں خلل پیدا ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر فرما دیا کرتے کہ فرزندانِ عبد مناف حق ہمسائیگی خوب ادا کرتے ہو۔ (تاریخ طبری)

ابن عمرو بن العاص رضؓ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک روز نبی کریم صلعم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط آیا۔ اس نے اپنی چادر کو لپیٹ کر رسی جیسا بنایا۔ اور جب حضورؐ سجدہ میں گئے تو چادر کو حضورؐ کی گردن میں ڈال دیا۔ اور پیچ پر پیچ دینے شروع کئے۔ گردن مبارک بہت بھینچ گئی تھی۔ تاہم حضورؐ اُسی اطمینان قلب کے ساتھ سجدہ میں پڑے ہوئے تھے اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ آئے۔ اُنہوں نے دھکے دے کر عقبہ کو ہٹایا۔ اور زبان سے یہ آیت بھی پڑھ کر سُنائی۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاۗءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
(صحیح بخاری عن ابن عمرو العاص)

ترجمہ۔ کیا تم ایک بزرگ آدمی کو مارتے ہو۔ اور صرف اس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے اور تمہارے پاس اپنی روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے۔

چند شریر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے لپٹ گئے۔ اور اُن کو زد و کوب کیا۔ ایک دوسری دفعہ [redacted] ہے۔ کہ حضورؐ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے قریش بھی صحن میں جا بیٹھے۔ ابوجہل بولا کہ آج شہر میں فلاں جگہ اُونٹ ذبح ہوا ہے۔ اوجھڑی پڑی ہوئی ہے کوئی جائے اُٹھا لائے۔ اور اسے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے اُوپر دھر دے۔ شقی عقبہ اُٹھا۔ نجاست بھری اوجھڑی اُٹھا لایا۔ جب حضورؐ سجدہ میں گئے۔ تو پشت مبارک پر رکھ دی حضورؐ رب العزت کی جانب متوجہ تھے کچھ خبر بھی نہ ہوئی۔ کفار ہنسی کے مارے لوٹے جاتے تھے۔ اور ایک دوسرے پر گرے جاتے تھے۔ ابن مسعود رضؓ صحابی بھی موجود تھے۔ کافروں کا ہجوم دیکھ کر اُن کا تو حوصلہ نہ پڑا۔ مگر معصوم سیدہ فاطمہ زہرا رضؓ آ گئیں۔ اُنہوں نے باپ کی پشت سے اوجھڑی کو پرے پھینک دیا۔ اور ان سنگ دلوں کو

سخت سُست بھی کہا۔ صحیح بخاری عن ابن مسعودؓ قریش مکہ نے حضورؐ اور مسلمانوں پر جو جور و ستم ہو رہے تھے۔ اسے ہنوز ناکافی سمجھا۔ اس لئے بجائے متفرق کوششوں کے اب باقاعدہ کمیٹیاں بنائی گئیں۔ ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا میر مجلس ابولہب تھا۔ اور مکہ کے پچیس ۲۵ سردار اس کے ممبر تھے۔ اس کمیٹی میں حل طلب سوال ایک یہ بھی تھا کہ جو لوگ دُور دراز سے مکہ میں آتے ہیں۔ (انہیں محمدؐ کی) نسبت کیا کہا جائے تاکہ وہ لوگ اس کی باتوں میں نہ پھنسیں اور اس کی عظمت کے قائل نہ ہوں۔

ایک نے کہا کہ ہم بتلایا کریں گے کہ وہ کاہن ہے۔ ولید بن مغیرہ (جو ایک خرانٹ بڈھا تھا) بولا۔ میں نے بہتیرے کاہن دیکھے ہیں۔ لیکن کہاں تو کاہنوں کی تک بندیاں اور کجا محمد کا کلام۔ ہم کو ایسی بات نہ کہنی چاہئے۔ جس سے قبائل عرب یہ سمجھ لیں کہ ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ ایک نے کہا کہ ہم اسے دیوانہ بتایا کریں گے۔ ولید بولا۔ محمدؐ کو دیوانگی سے کیا نسبت ہے؟ ایک بولا۔ اچھا ہم کہیں گے۔ وہ شاعر ہے۔ ولید نے کہا۔ ہم جانتے ہیں کہ شعر کیا ہوتا ہے۔ اصنافِ سخن ہم کو بخوبی معلوم ہیں۔ محمدؐ کے کلام کو شعر سے ذرا بھی مشابہت نہیں۔ ایک بولا ہم بتایا کرینگے کہ وہ [illegible]گر ہے۔ ولید نے کہا جس طہارت و نفاست سے محمدؐ رہتا ہے وہ جادوگروں میں کہاں ہوتی ہے۔ جادوگروں کی منحوس صورتیں اور نجس عادتیں الگ ہی ہوتی ہیں۔ اب سب نے عاجز ہو کر کہا۔ چچا تم ہی بتاؤ کہ پھر کیا کہا جائے۔ ولید نے کہا سچ تو یہ ہے کہ محمدؐ کے کلام میں عجب شیرینی ہے۔ اس کی گفتگو حلاوت سے بھرپور ہے۔ کہنے کو تو بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کلام ایسا ہے جس سے باپ بیٹے۔ بھائی بھائی۔ شوہر و زن میں جدائی ہو جاتی ہے۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ ۹۰) اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

آخر اس کمیٹی نے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پر اتفاق کیا۔ محمد کو ہر طرح سے دق کیا جائے۔ بات بات میں اس کی ہنسی اُڑائی جائے۔ تمسخر اور ایذا سے اسے سخت تکلیف دی جائے۔ محمدؐ کے سچا سمجھنے والوں کو انتہا درجہ کی تکالیف کا شکار کیا جائے۔

باقی آئندہ

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے

آج بھی درآمد شدہ اشیاء صرفہ ملکی صنعت سے زیادہ ارزاں اور پائدار ہیں۔

ہمارا تعلیمی اور اخلاقی انحطاط زبان زد خاص و عام ہے۔ خود ملکی تعلیم کے سربراہ اسی زوال کا رونا روتے ہیں۔ ملک میں اگر ترقی ہوئی تو خویش پروری اور رشوت ستانی کی، سمگلنگ اور بلیک مارکیٹنگ کی۔ ملک کا مزدور اور کسان آج بھی سرمایہ دار سے اسی طرح نالاں ہے۔ جس طرح آج سے دس سال قبل تھا۔ عوام کی حاجتیں پہلے سے کچھ زیادہ ہی ہیں

اس جاں فرسا منظر کا خطرناک ترین پہلو یہ ہے کہ ان تمام صورتوں کے ذمہ دار طبقہ کو "احساس زیاں" نہیں ہے۔ ان حقائق کا علم حکومت کو پورا پورا ہے لیکن فی الحال ہمارے وزراء جماعتی سازشوں، الزام تراشیوں۔ عوام سے جھوٹے وعدوں کے بندھن سے آزاد نہیں ہوئے انہیں اس کا احساس نہیں کہ قوم پچھلے دس برس کا محاسبہ کر رہی ہے۔ ان کے پاس کیا جواب ہے؟ قوم کہتی ہے۔ کہ اگر تم نے طوعاً و کرہاً دستور بنایا ہے تو اس پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ اس ملک میں انتخابات کیوں نہیں کراتے، عوام کو آزادیٔ رائے کا حق کیوں نہیں دیتے۔ اس ملک میں جرم کے معیار کیوں دو قائم کر دیئے؟ امراء کے جرائم کے لئے یہ چشم پوشی و فیاضی کیوں ہے؟ وزراء پر سمگلنگ اور بلیک مارکیٹنگ کے مقدمات کیوں نہیں چلائے جاتے حالانکہ مخلوق کا پکارتے پکارتے گلا بیٹھ گیا ہے۔ بس جو بھی حکومت بنتی ہے پچھلی حکومت کے لتے لیتی ہے۔ سنہرے وعدے کرتی ہے۔ لیکن اس سے زیادہ بات نہیں بڑھتی۔

اسی فرصت میں ہم نے قائدِ اعظم کے قرآن و سنّت پر عمل پیرا ہونے کے وعدہ سے لے کر قرار مقاصد اور دستور پاکستان کی اسلامی شقوں تک بحث کرنا ہے+ نہ صرف عوام سے بلکہ خدا سے بھی عہد کیا گیا — ایک بار نہیں کئی بار — پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے دن، قرارداد مقاصد پاس ہونے کے دن اور پھر دستور مکمل ہونے پر — ہم نے وست لبنہ اللہ سے عہد کیا کہ اس سرزمین میں تیری طرف سے تیری نیابت کے طور پر حکومت کریں گے۔ لیکن اللہ کی یہی نیابت ہے کہ اس کا دین مقیّد ہو۔ اور بے دینی آزاد، اہل دین مجبور و مقہور اور بے دین قاہر و جابر، کیا اللہ (خاکم بدہن) بے انصاف ہے کہ اس کے نائب بے انصافی اپنا شعار بنائیں، کیا اللہ مساوات کا حکم نہیں دیتا اور ہم میں کہاں مساوات و اخوّت ہے کیا اللہ کے اس ملک میں بڑے بڑے نائب یعنی وزراء و امرا عوام کے گاڑھے پسینہ کی کمائی کو اپنے تعیش و تفخر کی نظر نہیں کرتے؟ کیا وہ عوامی احتساب کو سگرٹ کے دھوئیں کے ساتھ نہیں اُڑاتے۔ حیف صد حیف ایسی نیابت اور مسلمانی پر — افسوس ہمیں اللہ سے بدعہدی کرتے ہوئے بھی شرم نہ آئی۔ افسوس ہم نے پیغمبرؐ کے نام کی حسب ضرورت توقیر نہ کی۔

دل کے پھپھولے اتنے ہیں کہ ان کو پھوڑنا بھی سہل نہیں۔ یہ ہمارے حکمران طبقہ کی خوش بختی سمجھئے یا بیچارگی — آج بھی اقتدار کی زمام ان کے ہاتھ ہے۔ عوامی نگاہیں آج بھی ان پر ہی پڑ رہی ہیں۔ اور آج بھی ان کو کارِ خیر کے مواقع نصیب ہیں۔ سوچیں اور غور کریں۔ خدا اور بندگانِ خدا سے کئے ہوئے وعدوں کو یاد کریں۔ اپنے کردار اعمال کی اصلاح کریں۔ اللہ تعالےٰ ایک توبہ سے ہزار رحمتوں سے نوازتا ہے۔ اس لئے ہمارے حکمران ہمارے صاحب اقتدار ہمارے قومی رہنما ہمارے جماعتی اراکین ہمارے ملّی رہبر اور ہمارے سیاسی لیڈر — خواب غفلت اور خود فریبی سے جاگیں۔ عوام اور عوامی تقاضوں کو سمجھیں اور اُن کے درد کا درماں کریں۔

خدا انہیں ایسا کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

مہمان نوازیوں کو اس قدر سراہا ہے جس کی حد و انتہا نہیں۔ اسی طرح دوسرے مورخین بھی عربوں کے اس خلق عظیم کے بارے میں تعریفی کلمات استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔

قارئینِ کرام کو اس تحریر سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ صحابہؓ مہمان نوازی کو کس قدر اہم قرار دیتے تھے۔ اور کس طرح مسجدوں کی طرح ان کے گھروں کے دروازے مہمانوں کے لئے کھلے رہتے تھے۔ اُن کے بعد بھی عرب اور سچے مسلمان یہ فخر کرتے آئے ہیں کہ اُن کے گھر کوئی مہمان آیا۔ لیکن ہمارے ہاں الٹا ہی حساب ہوا مشکل سے سو میں سے بیس پچیس ہی ایسے مسلمان بھائی نظر آئیں گے۔ جو مہمان نوازی کے حق کو پوری طرح ادا کرتے ہوں۔ اوّل تو آج کل مسافروں کے لئے ہوٹل، سرائیں اور ریسٹورنٹ وغیرہ کا ہر شہر میں خاطر خواہ انتظام ہے۔ جن کی وجہ سے ان کو اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن اگر کسی مسافر کا کوئی رشتہ دار اُس شہر اور قصبہ میں رہائش پذیر ہو کہ جہاں وہ اپنے کام کو آیا ہے تو وہ ان ہوٹلوں اور ریسٹورنٹ کی بجائے اپنے رشتہ دار کے گھر جانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس یقین سے کہ وہاں اس کو بہتر رہائش کھانا اور ہر قسم کی سہولت میسّر ہوسکے گی۔ لیکن وہ بیچارہ وہاں پہنچ کر حالات کو اپنے توقعات کے خلاف پاتا ہے۔ اور جب واپس لوٹتا ہے تو خوشی کے ساتھ نہیں بلکہ ایک افسردہ دل اور تلخ تجربہ کے ساتھ کیونکہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جونہی کسی کے گھر کوئی مہمان آیا۔ اہلِ خانہ کو مصیبت پڑ جاتی ہے۔ کہ یہ کیا آفت آ پہنچی۔ اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں وہ پردیسی بیچارہ خود بخود تنگ آکر چلا جاتا ہے۔

یہ بڑا سوچنے کا مقام ہے کہ ہم مسلمان ہوتے ہوئے بھی اپنے مہمانوں سے اچھا سلوک نہ کریں۔ کیا ہم مسلمان نہیں رہے؟ کیونکہ ہم کو مہمان نوازی کے لئے بار بار تاکید کی گئی ہے لیکن ہم ہیں، کہ اسے چھوڑے ۴۰

۴۰ بیٹھے ہیں۔ ہم کو چاہیئے کہ اپنے آبا و اجداد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مہمان کی آمد کو بُرا شگون تصوّر نہ کریں بلکہ اُن کی طرح اپنے لئے باعثِ فخر و مغفرت سمجھیں۔ جب بھی کبھی مہمان آئے تو ہم کو اس کی ہر طرح سے خدمت کرنی چاہیئے۔ اور جب وہ لوٹے تو خوشی خوشی اور دُعائیں دیتا ہُوا جائے کسی مہمان کی آمد سے ہمارے دل میں یہ بات نہ آنے پائے۔ کہ یہ ہمارے گھر میں نہ معلوم کتنی دیر قیام کرے۔ ہمیں اچھے اچھے کھانے پیش کرنے پڑیں گے۔ اور اس طرح ہمارا کافی خرچ ہو جائے گا۔ بلکہ اُس کے ورود پر فوراً اس بات کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ کہ مہمان آیا ہے تو اپنے ساتھ اپنی روزی بھی لایا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اُس کے لئے ہمیں اور رزق عطا فرمائینگے اور پھر یہ کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے ایک ایسا اچھا موقع پیدا کیا ہے کہ جس میں ہم اپنے مہمان کی مہمان نوازی کے ذریعہ اُس بزرگ و برتر خدا کی خوشنودی حاصل کرسکیں گے۔ کہ جس کے خوش ہونے پر ہمیں سب کچھ مل سکتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دعوت و تبلیغ

(از جناب مولانا عبد الرشید صاحب لدھیانوی موہن پورہ راولپنڈی)

(گزشتہ سے پیوستہ)

اور اس فریضہ میں کوتاہی کرنے والوں کے متعلق ایک حدیث میں آیا ہے کہ "جب لوگ مصیبت میں مبتلا ہو جائیں اور اُن میں ایسے لوگ بھی موجود ہوں جو اُن کو مصیبت سے روک سکتے ہوں مگر کاہلی کریں اور اُن کو مصیبت سے منع نہ کریں تو حق تعالےٰ اُن پر عذاب جلد نازل فرمائے گا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "ایک ایسے قصبہ پر عذاب نازل ہو چکا ہے۔ جس میں اٹھارہ ہزار مسلمان آباد تھے۔ اور اُن کے اعمال انبیاء علیہم السلام جیسے تھے (یعنی قریب قریب ورنہ انبیاء تک کسی کا عمل نہیں پہنچ سکتا) مگر اتنا نقص تھا کہ اللہ کی نافرمانیاں دیکھ کر اُن کو غصّہ نہ آتا تھا۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا ہلاک کر دیئے گئے۔"

اس زمانہ کے بعض خدا رسیدہ اور روشن دل بزرگوں کا خیال ہے کہ مسلمانوں پر ایک عرصہ سے جو مصیبتیں اور ذلّتیں آ رہی ہیں اور جن پریشانیوں میں وہ مبتلا ہیں جو ہزاروں دعاؤں اور ختموں اور وظیفوں کے باوجود نہیں ٹل رہی ہیں۔ اُس کا بڑا سبب یہی ہے کہ ہم دین کی خدمت و دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے کام کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ جس کام کے لئے ہم پیدا کئے گئے تھے۔ اور ختم نبوّت کے بعد جس کے ہم پورے پورے ذمہ دار بنائے گئے تھے۔ درحقیقت اللہ کے بندوں کی اصلاح و ہدایت اور اُن کو نیکی کے راستے پر لگانے کی کوشش جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا بہت اُونچے درجے کی خدمت اور نیکی ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کی خاص وراثت اور نیابت ہے۔ پھر دُنیا کی کسی بڑی سے بڑی دولت کی بھی اس کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہو سکتی ہے۔ آؤ۔ آئندہ کے لئے اس فرض اور اس ڈیوٹی کو انجام دینے کا ہم سب عہد کریں۔ اللہ تعالےٰ ہمارا مددگار ہو۔ اُس کا وعدہ ہے۔ وَلَیَنۡصُرَنَّ اللّٰہُ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ (اللہ اُن لوگوں کی ضرور مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کریں)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷
ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

منظور شدہ
۱۔ لاہور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۱۶۳۳۱۔ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
۲۔ پشاور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C/۳۰-۲۷، ۲۴۸۱۔ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک
سالانہ لعہ/۹
ششماہی لعہ/۵
فی پرچہ ۳؎